مساجد، طہارت اور نماز میں عام طور پر پائی جانے والی

غلطیاں

تالیف و ترتیب

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

اُستاذ و رئیس دارالافتاء جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ حمادیہ کراچی

مساجد، طہارت اور نماز میں عام طور پر پائی جانے والی

غلطیاں

تالیف

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

استاذ و رئیس دار الافتاء جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ حمادیہ کراچی
شاہ فیصل کالونی نمبر 2 کوڈ نمبر 75230
فون نمبر 4572537

نام کتاب :۔ مساجد، طہارت اور نماز میں عام طور پر پائی جانے والی غلطیاں

باہتمام :۔ عاصم برادران سلمہم الرحمٰن

صفحات :۔ ۲۰۸

سن طباعت :۔ جون ۲۰۱۱ء

تعداد :۔ ۱۱ر گیارہ سو

قیمت :۔

مکتبہ حمادیہ کراچی

شاہ فیصل کالونی نمبر 2 کراچی کوڈ نمبر 75230

فون نمبر :۔ 021-34572537

Books@JamiaHammadia.com

www.JamiaHammadia.com

حسنِ ترتیب

مساجد سے متعلق غلطیاں

نماز سے متعلق غلطیاں

جمعہ سے متعلق غلطیاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بابرکت دعائیہ کلمات

پیر طریقت، رہبر شریعت

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بانی ورئیس جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

الحمدللہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

اما بعد!

نماز اسلام کی عبادات کا پہلا رکن اور اہم ترین عبادت ہے، جو امیر وغریب، بوڑھے جوان، مرد وعورت، تندرست وبیمار سب پر یکساں فرض ہے، یہی وہ عبادت ہے جو بلا استثناء سب پر فرض ہے، کسی شخص سے کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہوتی، اگر یہ فرض کھڑے ہوکر ادا نہیں کرسکتے تو بیٹھ کر ادا کرنے کا حکم ہے، اگر اس کی بھی قدرت نہیں ہے، تو لیٹ کر نماز پڑھنے کا حکم ہے، اگر منہ سے قراءت نہیں کرسکتے تو اشاروں سے ادا کرنے کا حکم ہے، اگر کھڑے ہوکر نہیں پڑھ سکتے تو چلتے چلتے ادا کرنے کا حکم ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا میں کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس نے اپنی امت کو نماز کی تعلیم نہ دی ہو اور اس کی تاکید نہ کی ہو، خصوصاً ملتِ ابراہیمی میں اس کی حیثیت سب سے نمایاں ہے، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ نماز کی اہمیت پر خاص طور سے زور

دیتے اور اس کے تارک سے متعلق کفر وشرک کا ڈر ظاہر فرماتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے، جس طرح ستون گر جانے سے عمارت گر جاتی ہے، اسی طرح نماز کے چھوڑ دینے سے دل کی دینداری بھی رخصت ہو جاتی ہے۔

مگر افسوسناک بات یہ ہے کہ اس اہم ترین عبادت کی اہمیت ہمارے اندر بالعموم نہیں رہی، جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ان کا تو ذکر ہی کیا، جو پڑھتے ہیں وہ نماز سیکھے بغیر محض دیکھا دیکھی پڑھتے ہیں، لاعلمی، جہالت، غفلت اور دین سے لاپرواہی کی وجہ سے مساجد، طہارت اور نماز کے متعلق بے شمار غلطیاں ایسی ہیں جو عوام میں بالعموم اور خواص میں کسی قدر رواج پا گئی ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عبادات کی انجام دہی کے لئے مشقت اٹھانے کے باوجود نہ نیکی کا شوق بڑھتا ہے نہ عبادات کی نورانیت نصیب ہوتی ہے۔ عبادات میں شوق وذوق پیدا کرنے کے لئے عبادات کو عبادات کے طور پر سنن وآداب کی رعایت کے ساتھ سرانجام دینا ضروری ہے نیز عبادات کے حقیقی ثمرات وبرکات کے حصول کے لئے مروجہ غیر شرعی غلطیوں سے بچنا بھی شرط لازم ہے۔

عزیزم برخوردار مفتی عاصم عبداللہ سلمہ کی تازہ تصنیف ''مساجد، طہارت، اور نماز میں عام طور پر پائی جانے والی غلطیاں'' کے نام سے سامنے آئی، پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی، اس کتاب کی تالیف کی غرض اور مقصد اس کے نام سے ہی واضح ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب اس ضرورت کو پورا کرتی ہے، اس لئے قارئین سے

درخواست ہے کہ اس کتاب کو توجہ سے پڑھیں۔ اور اپنی نماز اور طہارت وغیرہ میں پائی جانے والی غلطیوں کی اصلاح کر کے اسے سنت کے مطابق بنائیں۔

اللہ پاک عزیزم برخوردار مفتی عاصم عبداللہ سلمہ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں، ہم سب کے لئے ذخیرۂ آخرت اور ذریعہ نجات بنائیں۔

آمین یا رب العالمین

عبدالواحد
(بانی ورئیس جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی)
۲۹ رجمادی الثانی ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پسند فرمودہ

شیخ المنقول والمعقول

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ باب الاسلام ٹھٹھہ سندھ

خلیفۂ مجاز

پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء

والمرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

اما بعد!

اس وقت ہمارے سامنے حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب مدظلہ العالی کی تازہ ترین کتاب ''مساجد، طہارت، اور نماز میں عام طور پر پائی جانے والی غلطیاں'' موجود ہے۔ کتاب کے چیدہ چیدہ مقامات دیکھے اور پڑھے، ''فہرست کے عنوانات'' مکمل دیکھے جوں جوں کتاب کی ورق گردانی کی، شوق وذوق میں اضافہ ہوتا گیا، چنانچہ ایک ہی مجلس میں کتاب کا بیشتر حصہ پڑھ گیا، اور وقت گذرنے کا احساس تک نہ ہوا، اسلام کی عبادات میں سے سب سے اہم عبادت نماز ہے۔ اور اس کے لئے طہارت شرط ہے، مساجد کی

حاضری بھی نماز کے لوازمات میں سے ہے۔ اور ہر عمل میں جہالت و بدعت داخل ہوگئی ہے۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے اپنی ممکن کوشش سے ایسی چیزوں کا احاطہ فرما کر کافی ساری غلطیوں کی اصلاح فرمائی ہے۔ یہ امت پر بڑا احسان ہے۔ کتاب کے بعض مسائل پڑھ کر خود ہماری معلومات میں بھی کافی حد تک اضافہ ہوا ہے۔ ایسے ہی کام تجدید دین کا حصہ ہوتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ نفوس جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین متین سے گرد وغبار ہٹانے کے لئے منتخب فرماتے ہیں۔

اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس کتاب سے بہتوں کو فائدہ ہوگا۔ اور حضرت مؤلف مدظلہ کے لئے ان کی یہ کوشش ذریعہ آخرت بنے گی۔

والسلام

محمد ابراہیم عفا اللہ عنہ
خادم جامعہ باب الاسلام ٹھٹھہ
۲۶/ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی صاحب دامت برکاتہم

مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور اعظم گڑھ، انڈیا

خلیفۂ مجاز

پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ
سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین.

اسلام دین الٰہی ہے، جسے حق تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسول خاتم النبیین ﷺ پر نازل فرما کر تمام دنیا کے لئے عام فرمایا ہے، اور اس پر اپنی رضامندی اور خوشنودی کا اعلان فرمایا ہے، اور یہ کہ جو کوئی، اس کے علاوہ کسی اور دین وملت کا طالب ہوگا، وہ قبولیت سے برکنار ہوگا، اب قیامت تک جو بھی رضائے مولیٰ کا طلبگار ہوگا، اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اس دین حق کے کلیات وجزئیات کا اپنے عقیدہ وعمل اور نظریہ وفکر کے اعتبار سے احاطہ کرے۔

یہ دین حق ظاہر وباطن ہر لحاظ سے کمال ادب کا نام ہے، اللہ کا ادب، رسول کا ادب، احکام الٰہی کا ادب، حرمات کا ادب، قرآن وسنت کا ادب، شعائر اسلام کا

ادب۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِکَ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْب.

(سورۃ الحج: ۳۲)

حج کے جو خاص خاص احکام تھے، وہ تو بیان ہو چکے، اب ایک عام بات بتائی جاتی ہے، کہ جو کوئی اللہ کے شعائر کا ادب کرے گا، وہ دل کے تقویٰ اور پرہیز گاری کی بات ہے۔

یعنی جب دل میں تقوی ہوگا، اللہ کا احترام ہوگا، تو وہ سب باتیں، جس کا حق تعالیٰ سے تعلق نمایاں ہے، آدمی ہر ایک کا احترام کرے گا۔

اللہ کے شعائر میں، اس کے وہ خصوصی احکام بھی ہیں، جن کا اللہ کے ساتھ تعلق عام طور سے معلوم ہے، مثلاً سب جانتے ہیں کہ نماز اللہ تعالیٰ کی خصوصی عبادت ہے، اس کا تعلق بجز خدا کے اور کسی سے نہیں ہے، پھر نماز کے ساتھ اس کے خصوصی شرائط، مثلاً طہارت، وضو و غسل کا تعلق روز روشن کی طرح واضح ہے، نیز نماز قائم کرنے کی جگہیں یعنی مساجد کا خصوصی تعلق بارگاہ الٰہی کے ساتھ ہر شخص جانتا ہے، آدمی کے دل کے تقویٰ کا تقاضا ہے کہ اللہ کے دربار سے براہ راست تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کا ظاہر و باطن ہر لحاظ سے ادب و احترام بجالایا جائے۔

ان سب شعائر کی ایک روح ہے، اور ایک ان کی ظاہری شکل و صورت اور ڈھانچہ ہے، جس طرح کسی شے کے کامل وجود کے لئے اس کی روح کا اہتمام ضروری ہے، اسی طرح اس کا ڈھانچہ بھی ٹھیک ٹھیک حکم کے مطابق ہونا چاہئے، ورنہ اگر جسم عیب دار ہوگا تو اس کا حسن متاثر ہوگا، اور اس کی خوبی نگاہ سے گر جائے گی، نماز کی

روح اس کا خشوع وخضوع اور اس میں ذکر الٰہی ہے، مگر ڈھانچہ قیام وقرأت اور رکوع وسجود سے مرکب ہے، یہی حال دوسرے شعائر کا بھی ہے، دین کا حکم ہے کہ جہاں ان کے مغز وروح کا اہتمام کیا جائے، وہیں ان کے ظاہری ڈھانچے اور شکل وصورت کے آداب کا بھی پورا اہتمام کیا جائے۔

صرف ذکر الٰہی اور خشوع وخضوع کیف ما اتفق مطلوب نہیں ہے، بلکہ نماز کا خصوصی ہیئت اور ڈھانچہ بھی مطلوب ہے، طہارت، وقت، قیام وقعود اور رکوع وسجود کی ظاہری شکل بھی مقصود ومطلوب ہے، اس لئے ان سب کے احکام وحدود کا علم ضروری ہے تاکہ عبادات کو بجالانے والا افراط وتفریط کی بے ادبی میں نہ پڑے۔

ہمارے زمانے میں، دین سے اور دینی حقائق وآداب سے بے رغبتی بلکہ بے نیازی، جس طرح عام ہوتی جارہی ہے، اہل احساس پر مخفی نہیں، کتنے لوگ ایسے ہیں جنھیں شعائرِ الٰہی کی پرواہ ہی نہیں، وہ اپنے طور طریقوں کو چھوڑ کر اغیار کے طریقۂ عمل کو اختیار کرتے ہیں، اور کتنے ایسے ہیں جو دینی احکام تو بجالاتے ہیں، مگر ایک رسم ورواج کی طرح، ان کے حدود واحکام اور مسائل وارکان سے بے پرواہو کر۔ حالانکہ ان سب کا ادب واحترام اور نظم واہتمام ایک شرعی حکم ہے، تاکہ اللہ کی عبادت، حسن عبادت بن کر قابل تحسین وقبول بنے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو دعاء کے پیرائے میں، حسن عبادت کے اہتمام کی تلقین فرمائی ہے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تاکید فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا کر لیا کرو، اور اسے ترک نہ کرو۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ.

''اے اللہ! آپ اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی عبادت کی عمدگی پر میری مدد فرمایئے۔''

اس دعاء سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ صرف عبادت نہیں، بلکہ حسن عبادت مطلوب ومقصود ہے، عبادت کرنے والا جب حسن عبادت سے غافل ہوتا ہے، تو اپنی عبادت خراب کرلیتا ہے، اسی لئے علمائے اسلام نے اپنی توجہ کا مرکز عبادات کے ظاہری آداب ومسائل کو بھی بنایا ہے، ظاہر درست ہوگا تو باطنی روح کی استعداد اس میں بدرجۂ کامل ہوگی اور اگر ظاہری ڈھانچہ بدنما اور خراب بنالیا تو اس کی روح میں بھی بدنمائی آسکتی ہے۔

ہمارے مخدوم زادہ گرامی قدر حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب مدظلہ کو ماشاءاللہ دینی احکام ومسائل کی تعلیم وتربیت اور ان کی ترتیب وتالیف کا خاص ذوق حق تعالیٰ نے عنایت فرمایا ہے، درس وتدریس اور دعوت وافتاء کے ساتھ مولانا کی نگاہیں مسلمانوں کے معاشرہ میں پھیلی ہوئی ان علمی اور عملی کوتاہیوں پر بھی رہتی ہیں، جن سے عبادات ومعاملات، اخلاق وسیرت کا اسلامی حسن متاثر ہوتا ہے، وہ ان چیزوں کا جائزہ لیتے رہتے ہیں، اور وقتاً فوقتاً اس سلسلے میں مختصر رسالوں کی شکل میں شرعی ہدایات کی اشاعت فرماتے رہتے ہیں۔

زیر نظر کتاب انہوں نے طہارت، نماز، مساجد اور جمعہ کے متعلق کوتاہیوں اور غلطیوں کی نشاندہی اور ان کی اصلاح کے متعلق مرتب کی ہے، اور مسئلہ کی تحقیق میں دین کے بنیادی مآخذ ومصادر یعنی قرآن وسنت تک پہنچنے کوشش کی ہے، اس طرح یہ رسالہ بیان مسائل کے ساتھ ساتھ حدیث وسنت کے دلائل سے بھی

مالامال ہے، بعض وہ مسائل جن میں بعض برخود غلط قسم کے لوگ افراط وتفریط کی راہ میں چل پڑے ہیں، ان کے سامنے اعتدال کی راہ لانے کی سعی محمود بھی کی گئی ہے، انصاف کی نظر ہو، اور تعصب سے آدمی بچنے کی کوشش کرے، تو ایک راہ اعتدال، اس کتاب میں موجود ہے۔

حق تعالیٰ اس کتاب کو امت اسلامیہ کے حق میں مفید اور صحیح رہنما بنائے، اور مفتی صاحب موصوف کی اس کاوش اور دوسری علمی وعملی خدمات کو قبول فرمائے۔

اعجاز احمد اعظمی
مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور اعظم گڑھ
۲۸ر جمادی الآخری ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دل کی بات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُطَّلِعِ عَلٰی خَفِیَّاتِ السَّرَائِرِ، اَلْعَالِمِ بِمَکْنُوْنَاتِ الضَّمَائِرِ، مُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ، وَغَفَّارِ الذُّنُوْبِ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ وَ اَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ، وَجَامِعُ شَمْلِ الدِّیْنِ، وَقَاطِعُ دَابِرِ الْمُلْحِدِیْنَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ، وَسَلَّمَ کَثِیْرًا.

اما بعد!

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی جملہ تعلیمات میں طہارت وپاکیزگی کو بڑی اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلا فریضہ نماز ہے، اس کی ادائیگی کے لئے طہارت وپاکیزگی کی کیا اہمیت ہونی چاہئے؟ اور کس قدر حسن وخوبی اور سکون واطمینان کے ساتھ اس فریضہ کو ادا کرنا چاہئے؟ اس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔

طہارت نماز کی بنیادی شرط ہے اور نماز اسلام کا اہم رکن ہے۔ اس کے باوجود اکثر لوگوں کو طہارت کی ادائیگی میں غلطی کرتے دیکھا گیا ہے۔ حالانکہ ہونا

تو یہ چاہئے تھا کہ طہارت اور نماز کے ارکان صحیح سنت کے مطابق ادا کئے جاتے، اس لئے کہ بغیر طہارت کے نماز صحیح نہیں ہوگی، اور نہ ہی اس کا کوئی اجر وثواب ملے گا۔

ایسی صورتحال میں ضروری ہے کہ ہر مسلمان اسلامی تعلیمات کے مطابق طہارت حاصل کرے اور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق اپنی نمازیں پڑھے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

صَلُّوا كما رَاَيْتُمونی اُصلّی.

''جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھا کرو۔''

زیر نظر کتاب میں طہارت اور نماز میں لوگوں کی جانب سے ہونے والی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے، جس سے کتاب کی اہمیت بخوبی عیاں ہوجاتی ہے۔

میں نے اس کتاب کی ترتیب میں ممکنہ حد تک کوشش کی ہے کہ عام فہم انداز میں ان اغلاط کی نشاندہی کروں جو نماز وطہارت کے بارے میں عام طور پر پائی جاتی ہیں، یہ کتاب گذشتہ سال تقریباً مرتب ہوچکی تھی، بہت کوشش کی گئی کہ اس کی اشاعت سالِ گذشتہ ہی میں ہوجائے، مگر کچھ عوارض ایسے پیش آگئے جو کتاب کی اشاعت میں مانع بن گئے، تاہم اللہ کے فضل واحسان سے اس کی جگہ درج ذیل دو کتابیں شائع ہوکر منظرِ عام پر آگئیں۔

۱...... موت کے بعد زندگی کا انجام

۲...... سنہرے شعاعیں۔

بہرحال! اپنی اس حقیر سی کاوش کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ پاک مجھے اور میرے والدین اور پڑھنے والوں کے لئے اسے ذخیرۂ آخرت بنائیں۔ اور ہمیں زندگی کے ہر شعبہ میں سنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلی اله

واصحابه اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین

والسلام

عاصم عبداللہ

استاذ جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی نمبر۲ کراچی

مقیم حال جامعہ صدیقہ وندر بلوچستان شاخ جامعہ حمادیہ

۲۵/ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ

۲۹/ مئی ۲۰۱۱ء بروز اتوار

بوقت: دس بجے صبح

بشری کمزوریوں کا اعتراف

ممکنہ حد تک سوالوں کے جوابات میں نہایت ہی احتیاط برتی گئی ہے، یہ جوابات اہل علم کی خدمت میں نظر ثانی کے لئے پیش بھی کئے گئے، اس کے باوجود غلطی اور بھول چوک کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین سے گذارش ہے کہ اگر وہ کوئی غلطی پائیں تو ہمیں اس کی اطلاع دے کر مشکور وممنون ہوں، تا کہ کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں ان غلطیوں کی اصلاح کردی جائے۔ کتاب میں جو کچھ بھی صحیح اور حق ہے وہ من جانب اللہ ہے اور اسی کی توفیق سے ہے، کتاب میں اگر کوئی غلطی ہے تو یہ ہماری غلطی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی غلطیوں سے درگذر فرما کر ہماری ہر اچھی کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین

سعودیہ عرب کے معروف ومشہور عالم دین سماحۃ الشیخ عبداللہ بن جبرین حفظہ اللہ نے اپنے بارے میں جو کچھ کہا ہم اس کو اختصار کے ساتھ نقل کر کے اپنے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا:

إنّني معترف بالنقص والقصور وقلة التحصيل وضعف المعلومات وكثرة الخطأ، وأسال اللّٰه تعالىٰ العفو والغفران وستر العيوب والنقائص، فما كان فيها من

الصواب فمن اللّٰه تعالی وحده وهو الذی وفّق له وهدی، وما کان من خطاءٍ أو زلل فمنّی ومن الشیطان ، وأستغفر اللّٰه مما وقع منی و أقول لطلّاب العلم أن لایعتمدوا علی فتوی تخالف الدلیل أو الحق و الصواب ، فإنّ الحق نور و الإثم ما حاک فی صدرک، فلابد من مراجعة الکتب والمؤلفات وتطبیق الفتاوی الاجتهادیة لي ولغیری علی کلام العلماء ، فإنّ الأوّل لم یدع للآخر مقالاً. واللّٰه اعلم (مجله البیان، شعبان ۱۴۱۹ھ)

''میں کوتاہی، کم علمی اور غلطیوں کی کثرت کا اعتراف کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے عفوو درگذر، مغفرت اور عیوب ونقائص کی پردہ پوشی کا طالب ہوں، جو کچھ بھی اس میں صحیح ودرست ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اسی کی ہدایت وتوفیق کی وجہ سے ہے اور جو کچھ غلطی یا لغزش ہو وہ میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔ میں اس سلسلے میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور طالبانِ علوم سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ کسی ایسے فتویٰ پر اعتماد نہ کریں جو کسی دلیل اور حق وصواب کے مخالف ہو، بے شک حق روشنی ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے۔ پس میرے اور میرے علاوہ دوسروں کے اجتہادی فتاوی کی علماء کے کلام سے تطبیق اور (اس سلسلے میں) مؤلفات وکتب کی مراجعت ضروری ہے، کیوں کہ اسلاف نے بعد والوں کے لئے کسی بات کی گنجائش نہیں چھوڑی۔'' واللہ اعلم

طہارت سے متعلق غلطیاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ. (المائدہ ۵:۶)

''ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو اپنے چہرے اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھولو، اور اپنے سر کا مسح کرو، اور اپنے پاؤں بھی ٹخنوں تک (دھولیا کرو) اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارے جسم کو (غسل کے ذریعے) خوب اچھی طرح پاک کرو، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کر کے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے جسمانی ملاپ کیا ہو، اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو، اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کا اس (مٹی) سے مسح کرلو، اللہ تم پر کوئی تنگی مسلط کرنا نہیں چاہتا، لیکن یہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک صاف کرے، اور یہ کہ تم پر اپنی نعمت تمام کرے، تا کہ تم شکر گذار رہو۔''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طہارت کے مسائل میں غلطیاں

وضو کے وقت زبان سے نیت کے الفاظ دہرانا ضروری نہیں۔

نیت تو مراد قلبی کا نام ہے، یہی وضو وغیرہ کے لئے کافی ہے لیکن عام لوگوں کے دلوں پر عموماً افکار کا ہجوم رہتا ہے اور وہ پوری یکسوئی کے ساتھ قلب کو حاضر نہیں کر پاتے، اس لئے علماء کرام نے زبان سے بھی نیت کے الفاظ ادا کرنے کو مستحب لکھا ہے۔

فالنية هى الارادة والارادة عمل القلب.

(بدائع الصنائع ج/۱، ص/۵۸۷)

ومن ادابه الجمع بين نية القلب وفعل اللسان.

(التنوير مع رد المحتار: ج/۱، ص/۱۱۸)

وضو سے پہلے بسم اللہ کا حکم

وضو سے پہلے بسم اللہ کہنے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ جمہور علماء کرام امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک وضو سے پہلے بسم اللہ کہنا مسنون ہے، واجب نہیں۔ جمہور علماء کی دلیل حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی یہ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے وضو کے وقت تسمیہ پڑھی تو اس کا پورا جسم پاک ہو جائیگا اور جس نے وضو کے وقت تسمیہ نہیں پڑھی تو اس کے صرف اعضائے

وضو پاک ہوں گے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ بغیر تسمیہ کے بھی وضو ہو جاتا ہے۔ البتہ تسمیہ کے ساتھ وہ کامل ہوتا ہے۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من توضأ وذكر اسم الله تطهر جسده كله ومن توضأ ولم يذكر اسم الله لم يتطهر إلاّ موضع الوضوء.

(سنن الدارقطنی: ج/١، ص/٧٣)

وضو میں گردن کا مسح کرنا

وضو میں گردن کا مسح کا کرنا مستحب ہے، اس لئے اس کو بدعت یا ضروری سمجھنا غلط ہے۔

عن ابن عمر مرفوعا من توضا ومسح يديه على عنقه امن الغسل يوم القيامة. (کنزالعمال ج/٩، ص/٣٠٧)

حكى ابن هما من حديث وائل فى صفة وضوء رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم مسح على راسه ثلاثا وظاهر اذنيه وظاهر رقبته.

(رواه الترمذی بحواله فی الفتاوی: ج/١، ص/١٢)

وضو کے وقت رنگ لگا رہنا

احادیث کی رو سے غسل میں پورے بدن پر اور وضو میں پورے اعضاء وضو پر پانی بہانا ضروری ہے اور اگر بال برابر بھی جگہ خشک رہ جائے گی تو وضو اور غسل نہ ہوگا۔ اس لئے اگر کسی وقت دھونے کے اعضاء پر پینٹ (رنگ کا

روغن) یا سفیدی یا ایلفی وغیرہ لگ جائے تو اس کو کھرچ کر صاف کئے بغیر وضو اور غسل نہ ہوگا جس کی وجہ سے ساری نمازیں غارت ہو جائیںگی، البتہ اگر پینٹ وغیرہ اتر جائے صرف اس کے رنگ کا اثر باقی رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، تاہم رنگریز حضرات جن کا پیشہ ہی یہی ہے اور مسلسل رنگ کرنے کی وجہ سے ان کی ناخنوں کی جڑوں میں رنگ پیوست ہو جاتا ہے اور ہر نماز کے لئے چھڑانا انتہائی مشکل ہوتا ہے اور کسی نوکدار چیز کا استعمال انتہائی تکلیف دہ ثابت ہوسکتا ہے۔ ایسے حضرات کے لئے قدرے گنجائش ہے، بوقتِ ضرورت دارالافتاء سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

عن علی ﷺ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من ترک موضع شعرۃ من جنابۃ لم یغسلھا فعل بھا کذا و کذا من النار. قال علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فمن ثمّ عادیت رأسی ثلاثا وکان یجزّ شعرہ.

(ابو داؤد فی الغسل من الجنابۃ)

وضو کے وقت ناخنوں پر نیل پالش لگی رہنا

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بدن کی کسی ایسی جگہ پر ایک بال کے برابر بھی جگہ خشک رہ گئی جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے تو وضو اور غسل نہ ہوگا، اس لئے آج کل عورتیں اپنے ناخنوں پر جو نیل پالش لگاتی ہیں۔ اس پالش کی موجودگی میں نہ وضو ہوگا اور نہ ہی غسل، اس لئے کہ اس کی وجہ سے پانی ناخن تک نہیں پہنچتا۔ لہٰذا ایسی صورت میں عورتوں کی نماز نہیں ہوگی اور

اگر کسی نے ایسی حالت میں نمازیں پڑھی ہیں تو اُن تمام نمازوں کا لوٹانا ضروری ہے۔ نیز حضرات علماء کرام نے ایسی تزئین کو حرام قرار دیا ہے جو شرعی فرائض کی صحت سے مانع ہو، اس لئے عورتوں کو چاہئے کہ سرے سے ایسی سرخی اور نیل پالش نہ لگائیں اور اگر لگانا ہو تو وضو اور غسل سے پہلے اچھی طرح کھرچ لیں اور صاف کرلیا کریں۔

عن علی ﷺ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من ترک موضع شعرة من جنابة لم یغسلھا فعل بھا کذا و کذا من النار قال علی ﷺ فمن ثم عادیت رأسی ثلاثا وکان یجزّ شعرہ. (ابوداؤد فی الغسل من الجنابة)

نیند کے بعد وضو نہ کرنا

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ سوتے رہتے ہیں، خاص طور سے فجر اور جمعہ کے وقت اور اقامت شروع ہوتی ہے تو اٹھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں، صحیح نہیں۔ گہری نیند جس سے آدمی کو ہوش نہ ہو، اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ جیسا کہ صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت صفوان بن عسال ﷺ فرماتے ہیں کہ

امرنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عیہ وسلم اذ کنّا مسافرین الا ننزع حفافنا ثلاثة ایام ولیالیھن الاّ من جنابةٍ ولکن من غائط وبول ونوم.

''اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے کہ جب حالتِ سفر میں ہوں تو

اپنے موزوں کو تین دن اور تین رات نہ اتاریں مگر یہ کہ جنابت لاحق ہو، البتہ پاخانہ، پیشاب، اور نیند کی صورت میں نہیں۔"

نیز حضرت معاویہ ﷺ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

العین وکاء السه فاذا نامت العینان استطلق الوکاء

"آنکھ سرین کا ڈھکن ہے۔ لہٰذا جب آنکھیں سوجاتی ہیں تو ڈھکن کھل جاتا ہے۔"

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ خواہ مرد ہوں یا عورت سو جاتے ہیں ان کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے، اگر بغیر وضو کئے نماز پڑھ لی تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔ البتہ اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے احساس باقی رہتا ہے۔

تین بار دھلے بغیر وضو مکمل نہ ہونے کا اعتقاد رکھنا

آپ ﷺ سے اعضاء وضو کو ایک ایک بار، دو دو بار اور تین تین بار دھونا ثابت ہے اور علماء نے اجماع نقل کیا ہے کہ اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھونا واجب اور اس سے زیادہ سنت ہے اس لئے تین بار دھوئے بغیر وضوء کے مکمل نہ ہونے کا اعتقاد رکھنا غلط ہے۔

عن ثابت ابن ابی صفیة قال قلت لابی جعفر حدثک جابر ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم توضأ مرّة مرّة و مرّتین مرّتین وثلاثا ثلاثا. قال نعم.

(رواہ الترمذی، مشکوۃ ص/۴۵)

والاصل فی الواجب غسل الاعضاء مرّة مرّة والزيادة

عليها سنة لان الاحاديث الصحيحة وردت بالغسل

ثلاثا ثلاثا ومرّة مرّة ومرتين مرتين.

(عمدة القاری: ج/۳،ص ۲۰۸۳، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا)

قال الزرقانی من الغرائب ما حكاه ابوحامد الاسفرائنی

عن بعض العلماء انه لايجوز النقص كانه تمسك

بظاهر الحديث وهو المحموع بالاجماع.

(عون المعبود: ج/۱،ص/۱۵۰)

تمام اعضاء وضو یا کچھ کو تین بار سے زیادہ دھونا

اجمع العلماء على كراهة الزيادة على الثلاث والمراد

بالثلاث المستوعبة للعضو واما اذا لم تستوعب العضو

الا بغرفتين فهي غسلة واحدة.

(شرح النووی: ج/۱،ص/۳۷۳، صفة الوضو وكمال)

قد اجمعوا على كراهة الزيادة على الثلاثة المستوعبة و

اذا لم يستوعب الا بغرفتين فهي واحدة

(مرقاة. ج/۲،ص/۲۱۶، الطهارة)

آپ ﷺ سے اعضاء وضو کو تین تین بار دھونا ثابت ہے اس سے زیادہ ثابت نہیں اور امام نوویؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ تین بار سے زیادہ دھونا مکروہ ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص اعضاء وضو کو تین بار سے زائد اس اعتقاد سے دھوئے کہ یہ ثواب یا سنت ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر کبھی ازالہ شک اور اطمینان قلب کی خاطر تین

بار سے زیادہ دھولیا جائے تو اس صورت میں کوئی کراہت نہیں، لیکن یہ یاد رہے کہ تین بار سے زائد دھونا بھی اس وقت مکروہ ہے جب ہر بار پورے اعضاء پر پانی پڑے اور اگر ایک بار دھونے سے پورے عضو پر پانی نہیں جا سکا بلکہ دو یا تین بار دھونے سے پورے عضو پر پانی پہنچا تو ان کو ایک بار ہی سمجھا جائے گا۔

اجمع المسلمون علی ان الواجب فی غسل الاعضاء
مرة مرة وعلی ان الثلاث سنة وقد جاءت الاحادیث
الصحیحة بالغسل مرّة مرتین وثلاثا.

(عون المعبود: ج/۱، ص/۱۵۱)

عورتوں کا پاکی کے بعد غسل میں تاخیر کرنا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کبھی صبح تک جنابت کا غسل مؤخر کرتے اور صبح ہونے پر غسل فرماتے تھے۔ تو یہ حدیث اگرچہ غسل جنابت کے متعلق ہے لیکن غسل کے باب میں حیض، نفاس اور جنابت تینوں کا حکم ایک ہے اس لئے حیض سے پاک ہونے کے فوراً بعد غسل کرنا واجب نہیں۔ البتہ غسل کو مؤخر کرنے کی عادات ڈالنی بھی مناسب نہیں ہے۔ نیز غسل کو اتنی تاخیر سے کرنا کہ فرض نماز کا وقت نکل جائے تو یہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

عن سلمه ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یصبح جنبا
فیغتسل ویصوم (مسند احمد ۵۵،۵۴)

وضو کرتے وقت کامل سر کا مسح کرنا

حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور سر کے

اگلے حصہ پر مسح کیا اور حضرت عبداللہ بن زید ﷺ کی روایت میں پورے سر کے مسح کا ذکر ہے۔ تو بظاہر دو روایات میں تعارض ہے۔ اس لئے علماء احناف نے تطبیق کی صورت کو اختیار فرمایا کہ سر کے اگلے حصہ (سر کا ایک چوتھائی حصہ) پر مسح کرنا فرض ہے۔ ایک چوتھائی حصہ سے کم کا مسح جائز نہیں ورنہ آپ ﷺ ایک دو مرتبہ ضرور بیان جواز کے لئے اس کو اختیار فرماتے اور پورے سر کا مسح سنت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث سے ثابت ہے۔

عن المغيرة بن شعبة قال ان النبى صلى الله عليه وسلم توضاء فمسح بناصيته وعلى العمامة وعلى الخفين.
(رواه مسلم)

وضو کے بعد بدن یا لباس پر نجاست لگنے کی صورت میں دوبارہ وضو کرنا

حضرت ابراہیم سے اس آدمی کے بارے میں منقول ہے جس کا پیر مسجد کی طرف جاتے وقت نجاست پر پڑ جائے تو آپ نے فرمایا: دوبارہ وضو نہ کرے۔
حضرت حسن سے اس شخص کے بارے میں منقول ہے جس کے پیر تر گندگی پر پڑ جائے تو آپ نے فرمایا کہ اس کو دھولے اور وضو نہ کرے۔

عن ابراهيم انه قال فى الرجل يطا على العذرة وهو يريد المسجد. قال ابراهيم لايعيد الوضوء.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج/۱، ص/۸۵)

عن الحسن قال فى الرجل يطا على العذرة الرطبة قال يغسله ولا يتوضا. (مصنف ابن ابی شیبہ، ج/۱، ص/۸۴)

عن عبداللّٰہ قال کنا لانتوضا من الموطی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج/۱، ص/۸۵)

حالتِ نفاس میں نماز روزہ کے احکام

حضرت انس ﷺ سے روایت کہ آپ ﷺ نفاس والی عورتوں کے لئے نفاس کی مدت چالیس دن مقرر فرماتے تھے اِلّا یہ کہ وہ عورت چالیس دن سے قبل پاکی کو دیکھ لیتی۔

امام ترمذی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ نفاس والی عورتیں چالیس دن تک نمازیں نہیں پڑھیں گی۔ اِلّا یہ کہ چالیس دن سے قبل پاک ہوجائیں تو وہ غسل کر کے نمازیں پڑھنا شروع کریں گی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر چالیس دن سے قبل خون آنا بند ہوجائے تو غسل کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے۔

عن انس ﷺ قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقّت للنفساء اربعین یوما اِلّا ان تری الطھر قبل ذلک۔

(ابن ماجہ: ج/۲، ص/۳۱۸)

اجمع اھل العلم من الصحابہ والتابعین ومن بعدھم علی ان النفساء تدع الصلوٰۃ اربعین یومًا الّا ان تری الطھر قبل ذلک فانھا تغتسل وتصلی۔ (سنن الترمذی: ج/۱، ص/۲۳۶)

وضو کے بعد تولیہ کا استعمال کرنا

مسئلہ:۔ کیا وضو کے بعد ہاتھ اور چہرہ کسی کپڑے سے خشک کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ ہاں یہ جائز ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے وضو کے بعد کپڑے وغیرہ سے عضاء خشک کرنا ثابت ہے، چنانچہ اُم المؤمنین عائشہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

كانت لرسول الله ﷺ خرقة وينشف بها بعد الوضوء.

''رسول اللہ ﷺ کے پاس کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا، جس سے وضو کے
بعد اعضاء خشک کرتے تھے۔''

اگرچہ بعض سلف سے اس کی کراہت منقول ہے، اس لئے کہ اس عمل کو بھی قیامت کے دن وزن کیا جائے گا، لیکن سیدنا عثمان ؓ، سیدنا انس ؓ، مسروق تابعیؒ اور سیدنا حسن بن علی ؓ جیسے مختلف صحابہ کرام ؓ اور تابعین سے وضو کے بعد چہرہ اور ہاتھ خشک کرنے کے لئے رومال کا استعمال ثابت ہے۔ بلکہ ایک روایت میں (اگرچہ وہ ضعیف ہے) یہ ہے کہ نبی ﷺ کے لئے بھی ایک کپڑا خاص تھا جس سے آپ ﷺ وضو کے بعد چہرہ اور ہاتھ خشک کرتے تھے۔ چہرہ یا ہاتھ خشک کرنے سے وضو کی نیکی یا اس کے وزن میں ان شاء اللہ کمی نہ ہوگی اور علامہ ابن قدامہ کا بیان ہے۔

ولاباس بتنشيف اعضائه بالمنديل من بلل الوضوء والغسل.

''رومال (تولیہ) کے ذریعہ جسم کے اعضاء سے وضو اور غسل کی تری
کو خشک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔''

نیز فتاویٰ ہندیہ میں تبیین کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔

ولاباس بالتمسح بالمنديل بعد الوضوء.

''وضو کے بعد رومال سے خشک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

شلوار ٹخنوں کے نیچے لٹکانے والے کی نماز اور وضو کا حکم

سوال: ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکائے رکھنے کے بارے میں آپ نے ایک سوال

کیا جواب میں ابوداؤد کی ایک حدیث ذکر کی، جس میں رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی ؓ سے ارشاد فرمایا کہ:

''جاؤ وضو کرو اور دوبارہ نماز پڑھو، تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کپڑا ٹخنے سے نیچے ہو تو وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بھی نہیں ہوتی۔''

حالانکہ آپ نے مجھے ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ وضو اور نماز تو ہو جائے گی، لیکن یہ کبیرہ گناہ ہے، اُمید ہے کہ آپ اس کی مزید وضاحت فرمائے گے۔

جواب:۔ جس حدیث کا ہم نے حوالہ دیا تھا اس کے الفاظ یہ نہیں کہ اس شخص کی نماز صحیح نہیں ہوتی، بلکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایسے شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

ان اللّٰہ جل ذکرہ لایقبل صلوۃ رجل مسبل. (ابوداؤد)

''شلوار ٹخنوں کے نیچے لٹکانے والے کی نماز عنداللہ مقبول نہیں ہوتی۔''

حدیث کے ترجمے میں بھی میں اس کا لحاظ رکھا گیا ہے، بہرحال قبولیت اور صحت دو الگ الگ چیزیں ہیں، صحت کا تعلق عام طور پر ظاہری افعال وارکان سے ہوتا ہے، جب کہ قبولیت کا زیادہ تر تعلق عمل کرنے والے کے باطن یعنی اس کی نیت، خشوع وخضوع کی کیفیت اور اخلاص وغیرہ سے ہے، جو چیز صحیح ہو، ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ شرف قبولیت سے بھی نوازی جائے اور وہ باعث اجر وثواب قرار پائے، اگر کوئی شخص نماز میں اس کے تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی صحیح طریقے پر کرتا ہو تو ظاہر ہے کہ اس کی نماز کو صحیح ہی کہا جائے گا، اس کے باطل یا فاسد ہونے کا حکم نہیں

لگایا جائے گا، اگر چہ ریا کاری کی بناء پر یا خشوع وخضوع کے نہ ہونے یا اس جیسی دوسری مذموم صفات یا حرکات کے پائے جانے کی وجہ سے وہ نماز بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت سے نوازی نہ جائے، جیسا کہ بعض احادیث میں آتا ہے کہ بہت سے نماز پڑھنے والوں کو نماز انہی کی طرف لوٹادی جاتی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ بہت سے نماز پڑھنے اور رات کو قیام کرنے والوں کے حصہ میں صرف رات کا جاگنا ہی آتا ہے، نماز اور قیام کے ثواب سے وہ محروم رہتے ہیں، جیسا کہ بعض روزہ داروں کے بارے میں حدیث میں ہے کہ ان کے نامہ اعمال میں بھوکا پیاسا رہنا ہی لکھا جاتا ہے، روزہ کے ثواب سے وہ محروم رہتے ہیں۔

نیز بعض روایات میں ہے کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکائے رکھنا تکبر کی علامت ہے اور تکبر مذموم صفت ہے، جو اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں، اس لئے کہ ہر طرح کی بڑائی اور کبریائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سزاوار ہے، نماز میں بندہ حقیقتاً اپنے عجز اور اللہ کی بڑائی ور کبریائی کا اعتراف کرتا ہے، اب اگر کوئی نماز پڑھتے ہوئے اپنی بڑائی اور تکبر کا مظاہرہ اپنے کسی عمل سے کرے تو ظاہر ہے کہ ایسی نماز کیسے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تقویٰ و پرہیز گاری کی تعلیم کی غرض سے اس صحابی ؓ کو (جن کا کپڑا ٹخنے سے نیچے تھا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے) بار ہا یہ حکم دیا کہ جاؤ وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھو۔

سنن ابوداؤد کی روایت کے الفاظ ہیں۔

بينما رجل يصلي مسبلاً ازاره، إذ قال له رسول الله ﷺ : إذهب فتوضأ، فذهب فتوضأ ثم جاء، فقال له رجل: يا

رسول اللہ! مالک أمرتہ أن یتوضا؟ فقال: إنہ کان یصلی وھو مسبل إزارہ، و ان اللہ تعالی لایقبل صلوۃ رجل مسبل ازارہ. (سنن ابوداؤد)

''ایک دفعہ ایک شخص ٹخنہ سے نیچے چادر لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ پھر وضو کرلو، چنانچہ وہ گیا اور دوبارہ وضو کیا، پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، اس دفعہ بھی آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جاؤ پھر وضو کرو، چنانچہ وہ شخص گیا اور پھر سے وضو کرکے آیا، اس موقع پر ایک دوسرا شخص بولا: اے اللہ کے رسول! کیا بات ہے کہ آپ ﷺ نے اسے وضو کرنے کا حکم دیا؟ آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: دراصل یہ شخص اس حالت میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اس نے چادر ٹخنے کے نیچے لٹکائی ہوئی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک کسی ایسے شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جو اپنا کپڑا ٹخنے کے نیچے لٹکائے رکھے۔''

یہ حکم اس لئے نہیں تھا کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا یا نماز فاسد و باطل ہوگئی، بلکہ اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسی نماز کی طرف نظر نہیں فرماتا اور ایسی نماز اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔ اس تشریح و توضیح سے یہ بات ہرگز نہ سمجھی جائے کہ نماز روزہ یا دیگر عبادات میں ان چیزوں سے بچنے کی زیادہ ضرورت یا اہمیت نہیں جو اس عبادت کی قبولیت میں رکاوٹ ہوں، بلکہ غور کرنے سے یہ حقیقت بآسانی سمجھی جاسکتی ہے کہ نماز اور روزہ وغیرہ کو مقبول اور مفید بنانے کی فکر اور کوشش کرنا ہی اصل اور مقدم ہے، لیکن یہ سوچ کر کہ پتہ نہیں ہماری نماز وغیرہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے یا نہیں؟ اور

ہم ایسی عبادت کہاں کر سکتے ہیں، جو شرف قبولیت سے نوازی جائے؟ اس طرح کے خیال سے فرائض میں لاپرواہی کسی طرح درست نہیں اور یہ زیادہ موجبِ گناہ اور باعثِ وبال ہے، بلکہ ہونا یہ چاہئے کہ بندہ اپنی استطاعت کی حد تک عبادت کو بہتر سے بہتر طریقہ سے انجام دے کر اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی دعا کرتا رہے اور بندگی واطاعتِ رب میں مزید کمال پیدا کرنے کی ہر وقت کوشش کرتا رہے۔

کھڑے ہوکر وضو کرنے کا حکم

سوال:۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کھڑے ہوکر وضو کرنا صحیح نہیں، اس سے نماز بھی ادا نہیں ہوتی، ہم دفتر میں واش بیسن میں کھڑے ہوکر ہی وضو کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ وضو کرنے کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ وضو بیٹھ کر کیا جائے اور قبلہ رُخ بیٹھا جائے، لیکن یہ فرض یا واجب نہیں، کھڑے ہوکر وضو کرنا بھی جائز ہے اور اس سے نماز ادا ہوجاتی ہے۔

استنجاء خانے قبلہ کی سمت نہ بنائے جائیں

پاکستان میں ہمارے محلے کی مسجد یوں بنی ہوئی ہے کہ جہاں امام کا محراب ہے اور قبلہ کی دیوار ہے اس کے ساتھ پیشاب خانے بھی بنے ہوئے ہیں، کیا ایسی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب:۔ مساجد کے ساتھ پیشاب خانے یا استنجاء خانے اس طریقے پر بنائے جائیں کہ اول تو یہ قبلہ کی سمت میں نہ ہوں، یعنی مسجد کی محراب قبلہ کی سمت والی دیوار کی طرف نہ ہو، دوسرا ادب یہ ہے کہ ان کو اس طرح سے بنایا جائے کہ بیٹھنے والا شخص نہ تو

قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور نہ پیٹھ کرے، جب کہ تیسرا ادب بے حد ضروری ہے کہ استنجاء خانہ، پیشاب خانہ اور مسجد کی دیواریں الگ الگ ہوں یا فاصلے پر ہوں کہ ان کی بدبو مسجد میں نہ آئے، بلکہ یہ مسجد سے الگ ہوں۔

یکرہ بجنب المساجد ومصلی العید. (المغنی ۱۳/۳۹۲)

بدن یا کپڑوں پر نجاست

سوال:۔ اگر آدمی ڈیوٹی پر ہو اور پیشاب کرتے ہوئے اس کے چھینٹے کپڑے یا جسم پر پڑیں، پھر اسی حالت میں وضو کر کے نماز پڑھ لی جائے تو کیا نماز ہو جائے گی؟ نیز اس حالت میں کلمہ یا درود وغیرہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور کیا ایسی حالت میں وضو کر کے قرآن پاک کو ہاتھ لگا سکتا ہے؟

جواب:۔ پیشاب کی چھینٹیں اتنی باریک ہوں کہ سوئی کے ناکہ کے برابر ہو تو ایسے کپڑے کے ساتھ نماز درست ہے۔

أما البول المنتضح قدر رؤوس الابر فمعفو عنه للضرورة وان امتلأ الثوب. (هندیة: ۱/۴۶)

''بہرحال سوئی کے ناکہ کے برابر پیشاب کی چھینٹیں ہو تو وہ ضرورت کے تحت معاف ہے، اگرچہ پورے کپڑے میں ہو۔''

اسی طرح پیشاب جسم یا کپڑے پر ہتھیلی کی گولائی یعنی درمیانی حصہ کی بقدر یا اس سے کم لگ جائے تو اس کو صاف کئے بغیر نماز پڑھنا اگرچہ مکروہ ہے لیکن نماز ہو جائے گی، دہرانے کی ضرورت نہیں۔

وقدر الدرهم ما دونه من النجس المغلظ كالدم والبول والخمر وخرء الدجاج وبول الحمار، جازت الصلوٰة

معه و إن زاد لم تجز. (هدایه: ۱/۵۸)

''ایک درہم کے برابر یا اس سے کم نجاست غلیظہ (مثلاً خون، پیشاب، شراب، مرغی کی بیٹ اور گدھے کا پیشاب) لگ جائے تو اس کے ہوتے ہوئے نماز صحیح ہوجائے گی اور اس سے زیادہ ہوتو درست نہیں ہوگی اور اگر نجاست اس سے زیادہ ہوتو اس کو پاک کرنا ضروری ہے۔''

اس حالت میں وضو کر کے نماز پڑھ لی جائے تو نماز نہیں ہوگی۔ دوبارہ پاک کپڑے میں نماز پڑھنا ضروری ہوگا، البتہ کلمہ اور درود شریف پڑھنے یا ذکر واذکار کرنے اور قرآن پاک چھونے کے لئے کپڑے اور بدن کا ظاہری نجاست سے پاک ہونا ضروری نہیں، اسی حالت میں ذکر وغیرہ کیا جاسکتا ہے، بلکہ غسل کی حالت ہوتو ایسی صورت میں بھی تلاوت قرآن کے علاوہ دوسرا کوئی اور ذکر کرنا جائز ہے، قرآن کو چھونے کے لئے وضو ضروری ہے، اگر آدمی باوضو ہوتو قرآن کو ہاتھ لگا سکتا ہے، اگر چہ اس کے جسم پر یا کپڑے پر ظاہری نجاست ہو۔ سیدنا علی ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہم (یعنی صحابہ ؓ) کو ہر حال میں قرآن پڑھاتے تھے، سوائے اس کے بہ حالتِ جنابت ہوتے تو آپ ﷺ قرآن نہیں پڑھاتے تھے۔

كان رسول الله ﷺ يقرئنا القرآن على كل حال ما لم يكن جنباً. (ترمذی شریف)

وضو کا بچا ہوا پانی ناپاک نہیں

سوال:۔ میرے ایک دوست کا کہنا ہے کہ وضو کے لئے جو پانی استعمال ہوگیا

وہ ناپاک ہوجاتا ہے، چاہے وہ جسم پر ہی کیوں نہ ہو، اگر یہ صحیح ہے تو ''حوض'' میں وضو کرنا کیسا ہے؟

جواب۔ وضو کرنے کے بعد جو پانی برتن یا حوض میں باقی رہتا ہے، وہ بلاشبہ پاک ہے، اس سے پاکی بھی حاصل کی جاسکتی ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ سے وضو کا بچا ہوا پانی، وضو سے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہوکر پینا بھی ثابت ہے چنانچہ مشکوۃ میں ہے:

ثم قام فأخذ فضل طهوره فشربه. (مشكوة شريف)

''پھر کھڑے ہوئے اور وضو کے بچے ہوئے پانی کولیا اور پی گئے۔''

وہ پانی جو وضو میں استعمال ہوچکا ہے، یعنی وضو میں دھلنے والے اعضاء سے لگ کر الگ ہوچکا وہ اگر کہیں جمع ہوجائے تو اس سے دوبارہ پاکی حاصل نہیں کی جاسکتی، لیکن وہ پانی بھی بہرحال پاک ہی رہتا ہے، ناپاک نہیں، اگر اس کا کوئی چھینٹا بدن یا کپڑے پر پڑجائے تو وہ حصہ ناپاک نہیں ہوتا۔

وقد صحت الروايات عن الكل أنه طاهر غير طهور وقد ذكر النوويؒ أن الصحيح من مذهب الشافعيؒ أنه طاهر غير طهور وبه قال احمد وهو رواية عن مالك ولم يذكر ابن المنذر عنه غيرها وهو قول جمهور السلف والخلف. (البحر الرائق: ۱/۹۴)

''تمام ائمہ سے صحیح روایات یہی مروی ہیں کہ وہ پاک ہے لیکن اس میں پاک کرنے کی صلاحیت نہیں، امام نوویؒ نے امام شافعیؒ کا صحیح مذہب بھی یہی نقل کیا ہے کہ وہ پاک ہے، تاہم اس میں پاک کرنے

کی صلاحیت نہیں ہے اور اسی کے قائل امام احمد ہیں اور یہی امام مالک کی ایک روایت بھی ہے، ابن منذر نے ان سے اس کے علاوہ اور کوئی دوسری روایت ذکر نہیں کی ہے، یہی جمہور سلف وخلف کا قول ہے۔''

وضو کا بار بار ٹوٹنا

سوال:۔ ہاضمہ کی خرابی کی وجہ سے وضو بار بار ٹوٹ جاتا ہے، وضو کر کے مسجد جاتا ہوں، دوبارہ وضو کرنا پڑتا ہے، نماز کے لئے بڑی مشکل پیش آرہی ہے، کوئی حل بتائیں، جس سے نماز میں آسانی ہو۔

جواب:۔ وضو بار بار ٹوٹنے کی وجہ اگر ہاضمہ کی خرابی یا دوسری کوئی بیماری ہے تو اپنا علاج کروائیں اور مسجد میں اس وقت جائیں جب اقامت کا وقت ہو، یا اقامت کے ساتھ ہی فوراً وضو کر کے فرض نماز جماعت سے پڑھ لیا کریں، اگر اتنا وقت نہ مل سکے کہ وضو کر کے نماز اس عذر کے بغیر ادا کرسکیں، تو آپ معذور ہیں، معذور آدمی کو نماز کے وقت میں ایک دفعہ وضو کر لینا کافی ہے، پورے وقت میں اس عذر کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے، پھر جیسے ہی وقت ختم ہو، وہ وضو باطل ہو جاتا ہے اور یہ رخصت اس وقت تک رہتی ہے، جب تک کہ وہ عذر بالکل ختم نہ ہو جائے۔ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

صاحب عذر من به سلس بول أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو استحاضة، إن استوعب عذره تمام وقت صلوة ولو حكما، وهذا شرط في حق الابتداء وفي حق البقاء كفى وجوده في جزء من الوقت وفي

الزوال استیعاب الانقطاع حقیقة وحکمه لکل فرض ثم یصلی فیه فرضا ونفلا، فإذا خرج الوقت بطل. (تنویر الابصار مع الدر المحتار علی هامش رد المحتار ١/ ٢٠٣-٢٠٢)

''صاحب عذر وہ شخص ہے جس کو پیشاب کے قطرات آنے یا پیٹ چلنے (پیچش) یا ریح خارج ہونے یا استحاضہ کی بیماری ہو، جب کہ اس کا عذر پوری ایک نماز کے وقت کو خواہ حکماً ہو، محیط ہو، یہ ابتداء (شروعاتِ عذر) میں شرط ہے اور اس (بیماری) کے باقی رہنے کے لئے یہ کافی ہے کہ وقت کے کسی حصہ میں یہ بیماری پائی جائے اور اس کے ختم ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ بالکلیہ ختم ہو جائے، اس کا حکم ہر فرض نماز کے لئے (وضو کرنا ہے)، پھر وہ اس وضو سے فرض ونفل پڑھ سکتا ہے، لیکن جب وقت ختم ہوگا وضو باطل ہو جائے گا۔''

ہاں! اگر ایک نماز کا مکمل وقت ایسا گذر جائے کہ اس میں ایک دفعہ بھی وہ عذر نہ پایا گیا ہو، تو اب وہ معذور نہیں رہے گا۔

اگر پاؤں میں ناپاک پانی لگ جائے

سوال:۔ حالیہ بارش میں پانی کی کثرت کی وجہ سے گٹر لائنوں کا گندا پانی سڑکوں پر بہہ نکلا، اس صورت میں مسجد جانے کے لئے لازماً اس گندے پانی سے گذرنا پڑا، کیا اس صورتِ حال میں وضو باقی رہا، جب کہ مسجد تک پانی بھرا تھا؟

جواب:۔ ناپاک پانی سے گذرنے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، جسم سے نجاست کا نکلنا ناقضِ وضو ہے، دُرِّ مختار میں ہے:

وینقضه خروج کل خارج نجس بالفتح والکسر منه
أی من المتوضی الحی معتاداً أو لا من السبیلین أو لا
إلی ما یطهر بالبناء للمفعول أی یلحقه حکم التطهیر.

(درمختار مع ردالمحتار: ۱/ ۳۵-۱۴۴)

''باوضوزندہ آدمی کے سبیلین یا غیر سبیلین سے کسی بھی قسم کی نجس (جیم کے فتحہ اور کسرہ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں یعنی ناپاک) چیز خواہ وہ معتاد ہو یا غیر معتاد، کے نکلنے سے اس کا وضوٹوٹ جائے گا، جب کہ وہ بدن کے اس حصہ تک بہہ گئی ہو جس کے پاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے (یُطهر مجہول ہے)۔''

صورت بالا میں نہ تو جسم سے کوئی نجاست نکلی ہے اور نہ داخل ہوئی ہے، ہٰذا وضو نہیں ٹوٹے گا، البتہ جسم کے جتنے حصہ پر پانی لگے وہ حصہ ناپاک ہو جاتا ہے، اس کو دھوکر پاک کرنا ضروری ہے۔ مذکورہ صورت میں اگر کہیں یہ یقین ہو کہ یہاں کا پانی ناپاک ہے تو وہاں احتیاط سے گذر جائیں، مسجد جا کر پیر دھولیں، دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

مساجد سے متعلق غلطیاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ فَعَسَى أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ. (التوبة، ۱۸)

"اللہ کی مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لائے ہوں، اور نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں، اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں، ایسے ہی لوگوں سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ صحیح راستہ اختیار کرنے والوں میں شامل ہوں گے۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مساجد سے متعلق غلطیاں

مساجد کی آرائش وزیبائش کے احکام

مسجدوں کی ظاہری شان وشوکت اور ٹیپ ٹاپ پسندیدہ نہیں

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ما أمرت بتشييد المساجد. قال ابن عباس لتزخرفها كما زخرفت اليهود والنصارى. (رواه ابوداؤد)

''حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے خدا کی طرف سے حکم نہیں دیا گیا ہے مسجدوں کو بلند اور شاندار بنانے کا (یہ حدیث بیان فرمانے کے بعد حدیث کے راوی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بطور پیشین گوئی) فرمایا کہ یقیناً تم لوگ اپنی مسجدوں کی آرائش وزیبائش اسی طرح کرنے لگو گے جس طرح یہود ونصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں میں کی ہے۔''

توضیح

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد:

مَا أُمِرْتُ بتشييد الْمَسَاجِد.

''مجھے مسجد کی آرائش وزیبائش کا حکم نہیں دیا گیا۔''

کا منشاء اور اس کی روح یہ ہے کہ مسجدوں میں ظاہری شان وشوکت اور ٹیپ ٹاپ مطلوب اور محمود نہیں ہے بلکہ ان کے لئے سادگی ہی مناسب اور پسندیدہ ہے۔ آگے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مسجدوں کے متعلق اُمت کی بے راہ روی کے بارے میں جو پیشین گوئی فرمائی ظاہر یہی ہے کہ وہ بات بھی انہوں نے کسی موقع پر رسول اللہ ﷺ ہی سے سُنی ہوگی۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:

اراکم ستشرفون مساجدکم بعدی کما شرفت الیھود کنائسھم و کما شرفت النصاری بیعھا (کنز العمال بحوالہ ابن ماجہ)

''میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ بھی ایک وقت (جب میں تم میں نہ ہوں گا) اپنی مسجدوں کو اسی طرح شاندار بناؤ گے جس طرح یہود نے اپنے کنیسے بنائے ہیں اور نصاریٰ نے اپنے گرجے۔''

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے (جو رسول اللہ ﷺ کے بعد تقریباً ساٹھ سال تک اس دنیا میں رہے) مسلمانوں کے مزاج اور طرزِ زندگی میں تبدیلی کا رُخ اور اس کی رفتار دیکھ کر یہ پیشین گوئی فرمائی ہو۔

بہر حال پیشین گوئی کی بنیاد جو بھی ہو وہ حرف بحرف پوری ہوئی، خود ہم نے اپنی آنکھوں سے ہندوستان و پاکستان ہی کے بعض علاقوں میں ایسی مسجدیں دیکھی ہیں جن کی آرائش وزیبائش کے مقابلہ میں ہمارا خیال ہے کہ کوئی کنیسہ اور کوئی گرجا پیش

نہیں کیا جاسکتا۔

عن انس ؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
إِنَّ من اشراط الساعة ان يُتباهَى النَّاس في المساجد.
(رواه ابوداؤد، والنسائي، والدارمي، وابن ماجه)

''حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی کہ مسجدوں کے بارہ میں لوگ ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخر ومباہات کرنے لگیں گے (یعنی اپنا تفوق اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے ایک کے مقابلہ میں ایک شاندار مسجد بنائے گا)۔''

توضیح

قیامت کی نشانیوں میں سے بعض تو وہ ہیں جو اس کے بالکل قریب ظاہر ہوں گی جیسے خروجِ دجّال اور آفتاب کا مغرب کی سمت سے طلوع ہونا وغیرہ وغیرہ۔ اور بعض وہ ہیں جو قیامت سے پہلے کسی نہ کسی وقت ظاہر ہوں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُمت میں پیدا ہونے والی جن خرابیوں اور جن فتنوں کو قیامت کی نشانیوں میں سے بتایا ہے وہ اکثر اسی قسم کی ہیں۔ اور مسجدوں کے بارہ میں فخر ومباہات بھی انہیں میں سے ہے اور مسلمان اب سے بہت پہلے اس میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اَصلح اُمَّةَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم.

منقش مصلے پر نماز

سوال:۔ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری نے ایک تحقیقی مضمون سپردِ قلم کیا

ہے، جس میں اٹلی کی جائے نمازوں کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ ان پر نماز نہ پڑھی جائیں، اس مضمون کے بعد سے لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے ہیں، ایک کا خیال ہے کہ ایسے مصلوں پر نماز بالکل نہ پڑھی جائے جس کی وجوہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ ایسے منقش جائے نمازوں پر خیال پراگندہ ہوتا ہے، خشوع میں فرق پڑتا ہے۔

۲۔ اٹلی کی تیار شدہ جائے نمازوں پر نقش ونگار صیہونی سازش کے ماتحت بنائے جاتے ہیں جس کا مقصود شعائر اسلام کی توہین ہوتی ہے۔

۳۔ ان حضرات کی طرف سے استدلال میں وہ حدیثیں بھی پیش کی جاتی ہیں جن میں آپ ﷺ کا منقش پردہ کو واپس کر دینے کا واقعہ مذکور ہے۔

اس کے برخلاف دوسرے گروپ کا کہنا کہ ایسے منقش مصلوں کا استعمال پورے عالمِ اسلام میں ہے، خیال کی پراگندگی کا کوئی ادنیٰ تصور بھی نہیں ہوتا، بلکہ ایسے منقش مصلے بہت سے خوش مزاج اور نفاست پسند لوگوں کی مزید دلجمعی اور خشوع وخضوع کا باعث ہوتے ہیں، اس لئے یہ محض ذوقی اور وجدانی چیز ہے، لہٰذا اسے فتوے کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔ یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے خشوع وخضوع پر یہ نقش ونگار کیونکر اثر انداز ہوسکتے تھی، آپ ﷺ کی ذات تو اس سے بہت بالاتر تھی۔ لہٰذا اب آنجناب سے درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں فیصلہ کن بات تحریر فرمائیں، تاکہ باہمی فساد ونزاع کا دروازہ بند ہو۔ عبدالقدوس آزاد پارک دارانسی

الجواب حامداً ومصلیاً

اس مصلے پر نماز پڑھنے سے نماز ادا ہوجائے گی، اس کے نقش ونگار کی وجہ سے

اگر خشوع میں فرق آئے تو تحفظ کے لئے اس پر ایک سادہ کپڑا بچھا لیا جائے۔

(ولا بأس بنقشه خلا محرابه) فإنه يكره لأنه يلهي المصلي ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصاً في جدار القبلة. قال الحلبي: وفي حظر المجتبى :وقيل يكره في المحراب دون السقف والمؤخر انتهى. وظاهره أن المراد بالمحراب جدار القبلة فليحفظ.

قال ابن عابدينؒ :(قوله لأنه يلهي المصلي) أي فيخل بخشوعه من النظر إلى موضع سجوده ونحوه، وقد صرح في البدائع في مستحبات الصلاة : ينبغي الخشوع فيها ويكون منتهى بصره إلى موضع سجوده الخ... وكذا صرح في الأشباه أن الخشوع في الصلاة مستحب والظاهر من هذا أن الكراهة هنا تنزيهية فافهم.

(الدر المختار مع رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ١/٦٥٨، سعيد) (وكذا في تبيين الحقائق فصل: كره استقبال القبلة بالفرج ١/٤٢٠ دار الكتب العلمية بيروت) (وكذا في البحر الرائق، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ٢/٦٥، رشيديه)

آج کل اٹلی کے علاوہ دیگر مقامات کے بنے ہوئے مصلے بھی عامۃً نقش ونگار سے خالی نہیں ہوتے، بسا اوقات بڑی دری میں بھی نقش ونگار ہوتے ہیں، اکثر آدمیوں کا دھیان بھی ان نقوش کی طرف نہیں جاتا، اس پر خانہ کعبہ یا مسجد کا نقش بھی عامۃً ہوتا ہے، تو یہ بھی اٹلی کے مصلے کے ساتھ خاص نہیں۔ دوسرے مسجد یا کعبہ کے نقش پر عامۃً کھڑے نہیں ہوتے بلکہ وہ نقش سجدہ گاہ کی طرف ہوتا ہے جس سے اس کو

پامال کرنا لازم نہیں آتا جو احترام کے خلاف ہو۔ نیز تصویر و نقشِ کعبہ کو بعینہٖ کعبہ کا حکم دینا بھی صحیح نہیں، ورنہ اس کی طرف رخ کر کے کیا نماز کو بھی صحیح کہا جائے، اگر چہ وہ کسی بھی سمت میں ہو، اگر بغور دیکھا جائے تو وہ کعبہ کا نقش ہوتا بھی نہیں، محض ایک صنعت کاری ہے۔

مسجد میں تجارتی اعلانات چسپاں کرنا

مسئلہ:۔ مسجد کے دروازوں اور دیواروں پر اشتہار چپکانا دو وجہ سے ناجائز ہے۔

ایک یہ کہ مسجد کی دیوار کا ستعمال ذاتی مقصد کے لئے حرام ہے، چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ مسجد پر کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ مسجد کی دیوار پر اپنے مکان کا شہتیر (گاٹر) یا کڑی رکھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مساجد کی تعظیم اور صفائی کا حکم دیا گیا ہے اور مسجد پر اشتہار لگانا اس کی بے ادبی ہے اور گندہ کرنا بھی ہے۔ کیا کوئی شخص گورنر ہاؤس کے دروازے پر اشتہار لگانے کی جرأت کر سکے گا؟ اور کیا اپنے مکان کے در و دیوار پر مختلف النوع کے شتہار لگائے جانے کو پسند کرے گا؟ (آپ کا مسائل ج ۳،ص ۳۶۷)

مسئلہ:۔ مسجد (جہاں نماز پڑھی جاتی ہے داخل مسجد) کے صحن یا کسی بھی حصہ کو تجارت گاہ نہ بنایا جائے، کاروباری اشیاء وہاں نہ رکھی جائیں۔ نیز سحر و افطار کے نقشہ میں نیچے دوکان کی مشہوری کے لئے اشتہار لکھوائے جاتے ہیں، ایسے نقشہ کو مسجد کے بیرونی دروازہ اور دیوار پر لگا دیا جائے تو مضائقہ نہیں، تا کہ افطار و سحر کے اوقات کا علم بھی ہو سکے اور دوکان کی مشہوری بھی ہو جائے۔ اور مسجد کو گزر گاہ نہ بنایا جائے، نہ مردوں کے لئے اور نہ عورتوں کے لئے، عورتوں کو نماز کے لئے بھی مسجد میں آنے سے

روک دیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۰۹)

ٹن ٹن والی گھڑی مسجد میں لگانا؟

مسئلہ:۔ اس گھڑی کا مقصد اصلی وقت معلوم کرنا ہوتا ہے اور ستار باجہ کی طرح آواز سننا مقصد نہیں ہوتا، لیکن گانا بجانا عام ہونے کی وجہ سے اس کی آواز میں اس طرح کا لحاظ کرلیا گیا ہے کہ اگر کوئی باجہ کی آواز نہ سننا چاہے بلکہ اس سے نفرت کرتا ہو تو وہ بھی بے اختیار اس کو سنے، اس کو ستار وغیرہ کی طرح بالکل ناجائز تو نہیں کہا جائے گا۔ ہاں ضرور کسی قدر تشبہ پیدا ہو جائے گا، اس لئے ایسی گھڑی کے مقابلے میں وہ گھڑی قابلِ ترجیح ہوگی جس میں آواز نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۱۴۹)

مسئلہ:۔ گھڑی گھنٹہ میں پندرہ پندرہ منٹ بعد ٹن کی آواز ہوتی ہے، اس سے ان لوگوں کو جو دور ہوتے ہیں یا جن کی نگاہ کمزور ہے، وقت معلوم کرنے میں سہولت ہوتی ہے، اس بناء پر ایسی آواز والی گھڑی مسجد میں رکھنے کی اجازت ہے۔
(فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۳۱)

نقشۂ اوقاتِ نماز دوسری مسجد میں منتقل کرنا؟

مسئلہ:۔ اگر اصل مالک نے متعین طور پر اسی مسجد کے لئے نقشۂ اوقات کو وقف کیا ہے اور وہ وقف صحیح بھی ہوگیا تو اس کو پھر دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا امام اور مقتدیوں کو چاہئے کہ اس نقشہ سے کام لیں تاکہ واقف کی نیت پوری ہو اور اس کے ثواب میں اضافہ ہو۔

نفس وقف کا ثواب بہرحال اس کو حاصل ہے، ہاں اگر خدانخواستہ مسجد غیر آباد ہو جائے تو پھر دوسری مسجد میں اس کو منتقل کرنا درست ہوگا، اور قرآن کریم کو جس مسجد

پر وقف کیا جائے اس کو دوسری مسجد میں منتقل کرنے کا مسئلہ ردالمختار: جلد ۱۰ اص ۵۸۰ میں مذکور ہے، اسی کے ذریعہ صورت مسئولہ کا حکم تحریر کیا گیا ہے، اگر وہ نقشہ وقف نہیں ہوا تو اس کو منتقل کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۱۰ اص ۱۵۹)

لایرفع فیہ الصوت من غیر ذکر اللہ تعالی.

(الھندیۃ. ج/۵،ص/ ۳۲۱)

مسجد میں بلند آواز سے تلاوت کرنا

عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم الجاهر بالقرآن كالجاهر بالصدقة والمسرُّ بالقرآن كالمسرِّ بالصدقة. رواه الترمذي وابوداؤد والنسائي وقال الترمذي هذا حديث حسن غريب.

''حضرت عقبہ ابن عامر ؓ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''باآواز بلند قرآن کریم پڑھنے والا شخص ظاہری صدقہ دینے والے کی طرح ہے اور آہستہ قرآن پڑھنے والا شخص چھپا کر صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔'' (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

توضیح

چھپا کر صدقہ دینا ظاہری طور پر صدقہ دینے سے افضل ہے، لہٰذا حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ اسی طرح قرآن کریم آہستہ پڑھنا باآواز بلند پڑھنے سے افضل ہے۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح آہستہ قرآن پڑھنے کی فضیلت کے بارہ میں احادیث منقول ہیں اسی طرح باآواز بلند قرآن پڑھنے کی فضیلت کے سلسلہ میں

احادیث منقول ہیں۔ لہٰذا دونوں طرح کی احادیث میں مطابقت یہ ہے کہ آہستہ آواز سے پڑھنا تو اس شخص کے حق میں افضل ہے جو ریا سے بچنا چاہتا ہو، اور باآواز بلند پڑھنا اس شخص کے حق میں افضل ہے جو ریاء میں مبتلا ہونے کا خوف نہ رکھتا ہو بشرطیکہ اس کے باآواز بلند پڑھنے کی وجہ سے نمازیوں، سونے والوں یا اور کسی کو تکلیف وایذاء نہ پہنچے۔ باآواز بلند قرآن پڑھنا اس لئے افضل ہے کہ اس طرح دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے بایں طور کہ لوگ سنتے ہیں جس سے انہیں ثواب ملتا ہے یا دوسرے لوگ قرآن سُن سُن کر سیکھتے ہیں یا یہ کہ دوسروں کو پہنچتا ہے بایں صورت کہ لوگ سنتے ہیں جس سے انہیں ثواب ملتا ہے کہ باآواز قرآن پڑھنا شعارِ دین اور اللہ کے کلام کا برملا اظہار ہے، پڑھنے والے کے دل کو بیداری حاصل ہوتی ہے، اُس کا دھیان کسی اور طرف نہیں بٹتا، اُس کے دل کی غفلت کو دور کرتا ہے، نیند کا غلبہ کم کرتا ہے اور یہ کہ دوسروں کو عبادت کا شوق دلاتا ہے، بہر کیف ان فوائد میں سے کوئی ایک فائدہ بھی پیش نظر ہو تو پھر اس صورت میں باآواز بلند پڑھنا ہی افضل ہوگا۔

تحیۃ المسجد

عن ابی قتادة ﷺ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال اذا دخل احدکم المسجد فلیر کع رکعتین قبل ان یجلس.(رواہ البخاری ومسلم)

''حضرت ابوقتادہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس کو چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔''

توضیح

مسجد کو اللہ تعالیٰ سے ایک خاص نسبت ہے اور اسی نسبت سے اس کو "خانۂ خدا" کہا جاتا ہے، اس لئے اس کے حقوق اور اس میں داخل ہونے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہاں جا کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کی جائے، یہ گویا بارگاہِ خداوندی کی سلامی ہے، اسی لئے اس کو "تحیۃ المسجد" کہتے ہیں۔ (تحیۃ کے معنی سلامی کے ہیں) لیکن یہ حکم جمہور ائمہ کے نزدیک استحبابی ہے۔

فائدہ:۔ اس حدیث میں صراحۃً حکم ہے کہ تحیۃ المسجد کی یہ دو رکعتیں مسجد میں بیٹھنے سے پہلے پڑھنی چاہئیں، بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ مسجد میں جا کر پہلے قصداً بیٹھتے ہیں، اس کے بعد کھڑے ہو کر نماز کی نیت کرتے ہیں، معلوم نہیں یہ غلطی کہاں سے رواج پا گئی ہے۔ ملا علی قاریؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے چار صدی پہلے ان کے زمانہ کے عام مسلمانوں میں بھی یہ غلطی رائج تھی۔

عن كعب بن مالك قال كان النبي صلى الله عليه وسلم لايقدم من سفر إلاَّ نهاراً في الضُّحىٰ فاذا قدم بدأ بالمسجد فصلّى فيه ركعتين ثم جلس فيه.
(رواه البخاري ومسلم)

"حضرت کعب بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ سفر سے واپسی میں آپ دن ہی میں چاشت کے وقت میں تشریف لاتے اور پہلے مسجد میں رونق افروز ہوتے تھے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد وہیں (کچھ دیر تک) تشریف رکھتے تھے۔"

توضیح

دوسری بعض حدیثوں میں یہ تفصیل ملتی ہے کہ آپ سفر سے واپسی میں آخری منزل عموماً مدینہ طیبہ کے قریب ہی فرماتے تھے، جس کی وجہ سے مدینہ طیبہ میں یہ اطلاع ہوجاتی تھی کہ آپ فلاں مقام پر ٹھہر گئے ہیں اور کل صبح تشریف لانے والے ہیں، پھر علی الصبح آپ اس منزل سے روانہ ہوکر کچھ دن چڑھے یعنی چاشت کے وقت مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوتے تھے اور سب سے پہلے سیدھے اپنی مسجد مبارک میں تشریف لاتے تھے۔ گویا گھر والوں کی ملاقات سے بھی پہلے بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوکر اس کے حضور میں ہدیۂ عبودیت پیش کرتے تھے، پھر اس کے بعد بھی کچھ دیر تک مسجد ہی میں تشریف رکھتے تھے اور مشتاقانِ زیارت وہیں آکر آپ سے ملاقات کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ یہ تھا مسجد کے تعلق کے بارہ میں آنحضرت ﷺ کا اسوۂ حسنہ، اللہ تعالیٰ ہم امتیوں کو اس کی روح کو سمجھنے اور اس کی پیروی کرنے کی توفیق دے۔

مسجد میں داخل ہوکر بلند آواز سے سلام کرنا

سوال:۔ (۱) اگر مسجد میں کوئی نہ ہو تو اس صورت میں مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یا نکلتے ہوئے سلام کرنا کیسا ہے؟

(۲) بعض مرتبہ مسجد کے کل حاضرین نماز میں مشغول ہوتے ہیں، آنے والا سلام کرتا ہے یا کچھ نماز میں کچھ وضو میں اور کچھ نماز کے انتظار میں ہوتے، اس صورت میں داخل ہونے والا سلام کرتا ہے، ایسا کرنا کیسا ہے؟

(۳) یہی صورت نکلتے وقت ہوتی ہے کہ جانے والا سلام کرکے چلا جاتا ہے، جب کہ لوگ اپنی سنتوں میں مشغول ہوتے ہیں؟

جواب:۔(۱) یہ طریقہ ٹھیک ہے، اس طرح کہنا چاہئے۔

السلام علینا وعلی عباداللّٰه الصالحین.

مگر یہ داخل ہوتے وقت تو ثابت ہے، نکلتے وقت کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہے۔

(۲) یہ بھی مکروہ ہے۔ ردّ المحتار میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

(۳) یہ بھی مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵/ص ۳۷۹)

مسئلہ:۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا چاہئے بشرطیکہ لوگ بیٹھے ہوں، تلاوت یا درس وغیرہ میں مشغول نہ ہوں۔ اور اگر مشغول ہوں تو منع ہے۔ اگر مسجد میں کوئی نہ ہو یا نماز پڑھتے ہوں اور وہ نہ سن سکیں تو ایسی صورت میں (آہستہ) کہنا چاہئے۔

السلام علینا من ربنا وعلی عباداللّٰه الصالحین۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۲/ص ۵۶)

مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنا

عن ابی هریرة ﷺ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من سمع رجلا ینشد ضالة فی المسجد فلیقل لا ردها اللّٰه علیک فإن المساجد لم تبن لهذا.(رواه المسلم)

''حضرت ابوہریرہ ﷺ روای ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا:''جو

شخص یہ سنے (یا دیکھے) کہ کوئی شخص مسجد میں اپنی کوئی گم شدہ چیز
تلاش کررہا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کے جواب میں یہ کہہ دے کہ
''خدا کرے تیری گمشدہ چیز تجھے نہ ملے۔'' اس لئے کہ مسجدوں کو اس
لئے نہیں بنایا گیا ہے (کہ ان میں جاکر گمشدہ چیزوں کو تلاش یا
دریافت کیا جائے۔)''

توضیح

اس سلسلے میں بظاہر تو مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے موقعہ پر یہ کلمات اس شخص کی تنبیہ و توبیخ کے لئے صرف زبان سے ادا کئے جائیں، دل سے بددعا نہ کی جائے اور نہ درحقیقت یہ خواہش ہو کہ ایک مسلمان کی گمشدہ چیز اس کو واپس نہ ملے۔ اور اگر کوئی شخص درحقیقت دلی خواہش یہی رکھتا ہے کہ ایسے شخص کو اس کی گمشدہ چیز نہ ملے تاکہ آئندہ کے لئے اسے عبرت ہو اور اپنے اس نامناسب فعل کی سزا پائے اور یہ کہ پھر آئندہ وہ ایسی حرکت نہ کرنے پائے تو ایک حد تک یہ بھی صحیح ہوگا۔

اسی سلسلہ میں مسجد کی عظمت وتقدس کا تقاضا تو یہ ہے کہ صرف گمشدہ چیز تلاش کرنے ہی کی تخصیص نہیں بلکہ ہر وہ چیز ممنوع ہے جس کو اختیار کرنا مسجد کی بناء وغرض کے منافی ہو۔ جیسے خرید وفروخت وغیرہ۔ چنانچہ عہد سلف کے بعض علماء اسی بناء پر کہ مسجدیں صرف خداتعالیٰ کی عبادت کے لئے ہیں اور کسی مقصد کی تکمیل کے لئے نہیں، مسجد میں کسی سائل کو صدقہ وغیرہ دینا بھی روا نہیں رکھتے تھے۔

بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنا

عن جابر ﷺ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا
فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الانس. (متفق علیه)

''حضرت جابر ﷺ راوی ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس بدبودار درخت (یعنی پیاز، لہسن وغیرہ) میں سے کچھ کھائے تو وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے، کیونکہ جس (بدبو) سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ جس طرح بدبودار چیزوں سے انسانوں کو تکلیف پہنچتی ہے، اسی طرح فرشتے بھی ان سے تکلیف محسوس کرتے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ پیاز، لہسن وغیرہ کھا کر مسجدوں میں نہ آئیں کیونکہ مسجد میں فرشتوں کے حاضر ہونے کی جگہیں ہیں، اس لئے انہیں تکلیف ہوگی اس حکم میں ہر وہ چیز داخل ہے جو بدبودار ہو اس کا تعلق خواہ کھانے پینے سے ہو یا رہن سہن سے۔ مثلاً منہ کی غلاظت و بدبو، بغل وغیرہ کی گندگی و تعفن وغیرہ وغیرہ۔ پھر مسجد ہی کی طرح ان دوسری جگہوں کا بھی یہی حکم ہے جہاں مجالسِ عبادت و وعظ منعقد ہوتی ہوں یا جہاں قرآن و حدیث کی تعلیم ہوتی ہو یا جہاں ذکر و تسبیح کے حلقے ہوتے ہوں کہ ان مقامات پر بھی بدبودار چیزوں کے ہمراہ نہ جانا چاہئے۔

عن انس ﷺ قال قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم البزاق
فی المسجد خطیئة و کفارتها دفنها. (متفق علیه)

''حضرت انس ﷺ راوی ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس تھوک کو زمین میں دبا دیا جائے۔''

توضیح

مسجد کے تقدس واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ وہاں تھوک کر گندگی وغلاظت نہ پھیلائی جائے اور اگر اتفاقاً ایسی غلطی کا ارتکاب ہو جائے تو اس گناہ کے دفیعہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس تھوک کو زمین دوز کر کے اسے دور کر دیا جائے۔

عن أبی ذر ؓ قال قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال عرضت علیّ أعمال أمتی حسنها وسیئها فوجدت فی محاسن أعمالها الأذی یماط عن الطریق ووجدت فی مساوی أعمالها النّخاعة تکون فی المسجد لا تدفن.

(رواه مسلم)

''حضرت ابوذر ؓ راوی ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا میرے سامنے میری امت کے اچھے بُرے اعمال پیش کئے گئے، میں نے اس کے نیک اعمال میں تو راستہ سے تکلیف دینے والی چیز کو دور کردینا پایا اور بُرے اعمال میں مسجد کے اندر تھوکنا دیکھا جس کو دبایا نہ گیا ہو''

پہلی صفوں میں کپڑا بچھا کر جگہ مخصوص کر لینا

عن عبد الرحمن بن شبل ؓ قال نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن نقرة الغراب وافتراش السبع وأن یوطن الرجل المکان فی المسجد کما یوطن البعیر.

(مشکوۃ المصابیح: ج/۱۸۵)

''حضرت عبدالرحمن بن شبل ؓ سے روایت ہے کہ رحمتِ عالم ﷺ

نے کوے کی طرح ٹونگ مارنے اور درندوں کی طرح (ہاتھوں کو)
بچھانے سے منع فرمایا ہے اور اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص
مسجدوں میں جگہ مقرر کرے جیسا کہ اونٹ مقرر کرتا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں اس طرح جگہ متعین کرنا کہ دوسرا کوئی وہاں بیٹھ نہ سکے یہ مکروہ اور ممنوع ہے، لہٰذا مسجد ایک وقف خطہ ہے جو نمازی پہلے آ گیا، اس کو حق حاصل ہے کہ جہاں چاہے بیٹھ جائے۔

صف بنانے میں کوتاہیاں

صف کے ایک جانب کھڑے ہونا

اکثر نمازی اس قاعدہ کے مطابق صف بندی کا بالکل خیال نہیں رکھتے۔ بغیر یہ دھیان کئے کہ امام کے کس طرف نمازی زیادہ ہیں اور کس طرف کم اور انہیں کس طرف شامل ہونا چاہئے۔ اس سے یکسر غافل ہو کر مسجد میں جدھر سے داخل ہوتے ہیں، اسی جانب کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔ چاہے امام کی دوسری جانب صف بالکل خالی ہو یا اس طرف نمازی بہت ہی کم ہوں یہ بہت سخت کوتاہی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اس طرح جو لوگ صف بندی کے اس قاعدہ کی خلاف ورزی کر کے امام کے کسی ایک جانب، بنسبت امام کی دوسری جانب کے زیادہ ہو جاتے ہیں تو ان زیادہ ہونے والے سب نمازیوں کی نماز مکروہ ہوتی ہے۔ (درمختار)

صف خالی چھوڑنا

ایک کوتاہی یہ بھی بکثرت سامنے آتی ہے کہ ابھی صف اول یا اگلی صف خالی

ہے، لیکن نمازی اس کو پُر کرنے کی بجائے فوراً دوسری صف بنانا شروع کردیتے ہیں، جس کی اکثر وجہ غفلت اور سستی ہے، پچھلی صف کے نمازی یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے آنے والے نمازی اس کو پُر کرلیں گے اور پھر ہر آنے والا نمازی یہی سمجھتا ہے کہ دوسرا اس کو پُر کرے گا، لیکن کوئی بھی اسے پر نہیں کرتا اور یہی صورت حال بعد کی صفوں میں ہوتی ہے۔ اس کا سبب صف اول کی اہمیت اور احساس ذمہ داری کے فقدان کے سوا کچھ نہیں، پہلی اور اگلی صف کو مکمل کرنا بعد میں آنے والے ہر نمازی کی ذمہ داری ہے، اس لئے ہر نمازی کو خود فکر کرکے صف کو مکمل کرنا چاہئے۔

بعض نمازی صف اول یا دوسری صف کے کنارے اس لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ وہاں چٹائی یا دری بچھی ہوئی نہیں ہوتی، یاد رکھئے! صف کو خالی چھوڑنے کے لئے یہ عذر قابل اعتبار نہیں اور اس کی وجہ سے صف کو خالی چھوڑنا درست نہیں۔ نماز تو احکم الحاکمین کے سامنے بے چارگی، ذلت ومسکنت ظاہر کرنے کا نام ہے جس کا اظہار سادہ زمین ہی پر پوری طرح ہوتا ہے۔ ہذا صفوں کے ایسے تمام گوشوں کو اہتمام سے پُر کرنا چاہئے۔ البتہ اہل مسجد کو بھی بلا عذر صفوں کے گوشے خالی نہ چھوڑنے چاہئیں، بعض مرتبہ دھوپ کی تیزی سے فرش گرم ہوجاتا ہے، یا کوڑہ وغیرہ جمع ہونے کی بناء پر وہاں سجدہ دشوار ہوتا ہے اس لئے ایسی جگہوں کے انتظام پر خصوصی نگاہ رکھنی چاہئے۔

بعض نمازی جماعت یا رکعت نکل جانے کے خوف سے اگلی صف پوری نہیں کرتے، جلدی سے تن تنہاء پچھلی صف میں نیت باندھ لیتے ہیں یہ بھی مناسب نہیں، مکروہ ہے، اگلی صف کو مکمل کرنا چاہئے۔ (شامی)

صف میں زبردستی گھسنا

بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلی یا اگلی صف میں جگہ بالکل نہیں ہوتی لیکن پھر بھی بعض نمازی آگے بڑھنے کے شوق میں زبردستی گھس جاتے ہیں اور خوب زور لگا کر کسی نہ کسی طرح اپنی جگہ کر لیتے ہیں، جس کی بناء پر ایک تو صف سیدھی نہیں رہتی، دوسرے دائیں اور بائیں کے نمازیوں کو نماز ادا کرنے میں بڑی دقت ہوتی ہے اور تکلیف بھی ہوتی ہے یاد رکھئے! صف میں گھس کر اس طرح نمازیوں کو اذیت دینا درست نہیں، ایسی صورت میں پچھلی صف میں کھڑے ہو جانا افضل ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو تکلیف پہنچنے کے خوف سے صف اول چھوڑ دے تو حق تعالیٰ اس کے صف اول کے اجر کو دوہرا کر دیں گے۔ (شامی)

صف میں مل مل کر کھڑے ہونا

صف بندی کرتے وقت یا پہلے سے کھڑی ہوئی جماعت میں شامل ہوتے وقت نمازیوں کو آپس میں اس طرح مل کر کھڑے ہونا چاہئے کہ کندھے سے کندھا مل جائے اور درمیان میں بالکل خلا نہ رہے، بعض لوگ وضو کر کے نماز میں شامل ہونے کے لئے آتے ہیں مگر اپنی صحیح جگہ کھڑے ہونے کی بجائے اس سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر رومال سے ہاتھ اور منہ پونچھنے لگتے ہیں، یہ خیال کئے بغیر کہ وہ کہاں کھڑے ہیں۔ اس عرصہ میں دوسرے نمازی آ کر ان سے مل کر نیت باندھ لیتے ہیں پھر جب یہ صاحب اپنی رومال کاری سے فارغ ہو لیتے ہیں، تب وہ اپنے قریب والے نمازی سے مل کر یا وہیں نیت باندھتے ہیں اور اس طرح صف میں خلا رہ جاتا ہے۔ یہ بڑی غفلت کی بات ہے۔

صف کا خلاء پُر کرنا

جماعت میں شامل ہوتے وقت اہتمام سے خلاء پُر کرنا چاہئے اگر کبھی غفلت سے نیت باندھ لی اور نیت باندھنے کے بعد نمازی کو معلوم ہوا کہ درمیان میں کچھ فاصلہ رہ گیا ہے تو نیت باندھے باندھے کھسک کر فاصلہ پر کر لینا چاہئے اور قریبی نمازی کے کندھے سے کندھ ملا لینا چاہئے۔ (شامی)

دورانِ نماز اگر نمازی اپنے سامنے جگہ خالی دیکھے تو کیا کرے؟

نمازی نے دوسری صف میں نماز کی نیت باندھی، نیت باندھنے کے بعد پہلی صف میں اس نے خالی جگہ دیکھی تو نیت باندھے باندھے چل کر پہلی صف کا خلاء پُر کردینا چاہئے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ یہ عمل قلیل ہے۔ (شامی)

صفوں میں خلاء چھوڑ کر کھڑے ہونے کا مرض بہت ہی عام ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اپنے ساتھ والے نمازی سے ایک بالشت اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ فاصلہ چھوڑ کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ امام کو بھی نماز شروع کرنے سے پہلے صف کی درستی کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔

صف سیدھی بنانا

صف بندھی کے لئے سب سے پہلے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ نمازیوں کی صف بالکل سیدھی ہو۔ صف کے کنارے کے ساتھ ایڑیاں اس طرح رکھی جائیں کہ ایڑی نہ صف کے کنارے سے باہر نکلے اور نہ آگے بڑھے، یاد رکھئے! ایڑیاں قریب قریب رکھنے اور دوسرے کے مقابل کرنے سے صف سیدھی ہوتی ہے،

پاؤں کے پنجے مدنے اور برابر رنے سے صف سیدھی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ پنجے چھوٹے بڑے ہوتے ہیں، بعض لوگ اس بارے میں بڑی بے پرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اکثر مساجد میں دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض لوگ عادۃً اپنی ایڑیوں کو صف سے باہر نکال کر کھڑے ہوتے ہیں، اگر ہر نمازی نیت باندھنے سے پہلے اول خود صحیح کھڑا ہو، پھر اپنے دائیں بائیں نمازی کو اس پر متوجہ کردیا کرے تو آسانی صف سیدھی ہوسکتی ہے۔

بعض نمازی ٹیڑھے ترچھے کھڑے ہونے کے ایسے عادی ہوجاتے ہیں کہ وہ توجہ دلانے سے صف سیدھی کر بھی لیتے ہیں مگر ایک دو رکعت کے بعد پھر اسی طرح ایڑیاں صف سے باہر نکالے ہوئے یا بہت اندر گھسائے نظر آئیں گے، یہ سب اس کا نتیجہ ہے کہ ہم لوگ عموماً نماز بے شعوری کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

دونوں قدموں پر برابر وزن دینا

نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت دونوں پاؤں پر برابر وزن ڈال کر بالکل سیدھا کھڑا ہونا چاہئے۔ بعض لوگ بغیر کسی عذر کے ایک پاؤں پر وزن ڈال کر دوسری ٹانگ میں خم ڈال دیتے ہیں۔ یہ کرنا مکروہ ہے۔ (ہندیہ)

دونوں قدم قبلہ رخ رکھنا

نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت پاؤں قبلہ کی طرف بالکل سیدھے رکھنے چاہئیں۔ پاؤں کی قدرتی نشست چونکہ ایسی ہے کہ ایڑیوں کے درمیان فاصلہ کم رہتا ہے اور پنجوں کے درمیان زیادہ، اس لئے خاص توجہ اور کوشش کے بغیر یہ مسنون طریقہ اپنایا نہیں جاسکتا، لہٰذا اس کا اہتمام خاص کرنا چاہئے اور نیز دونوں قدموں کے

درمیان چار انگلیوں کے برابر فصل رکھنا اچھا ہے۔ (طحطاوی علی مراقی غدرح)

جماعت میں بچوں کے شامل ہونے کے مسائل

مندرجہ ذیل مسائل میں علماء کرام کیا فرماتے ہیں، سوالات لکھنے سے پہلے ایک بات عرض کردوں کہ بعض لوگ بچوں کے مسجد میں آنے پر بہت ناراض ہوتے ہیں اور ڈانٹ کر باہر نکال دیتے ہیں، کیا ہر بچے کا یہی حکم ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟ برائے کرم اس بارے میں ضرور وضاحت فرمائیں:۔

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلے اصولی طور پر کچھ تفصیل لکھی جاتی ہے، اس کے بعد نمبروار سوال وجواب لکھے جائیں گے۔

مسجد میں ہر بچے کا لانا ممنوع نہیں ہے، بعض کو لانا درست ہے اور بعض کو نہیں، اس لئے مطلقاً بچوں کو مسجد میں آنے سے روکنا اور نکالنا درست نہیں، اس میں کچھ تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ نابالغ بچوں کی تین قسمیں ہیں:۔

ناسمجھ بچوں کو مسجد میں لانا جائز نہیں

(۱) وہ بچے جو اتنے ناسمجھ اور کم عمر ہوں کہ انہیں پاکی وناپاکی، مسجد وغیرہ کا بالکل شعور نہ ہو، اور ان سے مسجد ناپاک ہوجانے کا غالب گمان ہو، ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں مسجد میں لانا بالکل جائز نہیں ہے، نمازیوں کو انہیں مسجد میں لانے سے بالکل روک دینا واجب ہے۔

سمجھدار بچوں کو مسجد میں لانا جائز ہے

(۲) وہ بچے جو کچھ تھوڑی بہت سمجھ رکھتے ہوں اور ان سے مسجد کی بے حرمتی اور

ناپاک ہونے کا قوی اندیشہ نہ ہو، ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں مسجد میں لانا درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ نہ لایا جائے۔

پوری طرح باشعور بچوں کو مسجد میں لانا جائز ہے

(۳) وہ نابالغ لڑکے جو قریب البلوغ ہوں اور پوری طرح باشعور ہوں، پاکی وناپاکی کو سمجھتے ہوں اور مسجد کا احترام ملحوظ رکھتے ہوں، ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں مسجد میں لانا بلا کراہت جائز ہے، بلکہ نماز کی عادت ڈالنے کے لئے لانا ہی چاہئے، البتہ ہر سرپرست کو ان کی بھی نگرانی کرنی چاہئے تاکہ وہ مسجد میں کوئی شرارت یا آداب مسجد کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔

جب نابالغ بچے مسجد میں حاضر ہوں تو جماعت شروع کرنے سے پہلے ان کے نماز پڑھنے کی اور امام کی اقتداء میں کھڑے ہونے کی جگہ معین کرنی چاہئے، جس میں یہ تفصیل ہے۔

بچوں کی صف بندی کے متعلق چند احکام

بچوں کی صف کا مردوں کی صف کے پیچھے ہونا سنت ہے، لہٰذا جب جماعت کا وقت ہو اور بچے حاضر ہوں تو پہلے مرد اپنی صفیں بنائیں پھر ان کے بعد بچے اپنی صفیں بنائیں، بچے کم ہوں تو بھی ان کی علیحدہ صف مردوں کی صف کے بعد بنانی چاہئے۔ مردوں کے ساتھ شامل نہ کرنا چاہئے اور حتی الامکان کوشش یہ ہونی چاہئے کہ بچے مردوں کی صفوں میں نہ گھسیں۔ پھر اس ترتیب سے جماعت قائم ہو جانے کے بعد اگر بعد میں کچھ مرد حاضر ہوں تو اوّل وہ مردوں کی صفوں کو مکمل کریں، اگر وہ پوری ہو چکی

ہوں تو پھر بچوں کی صف ہی میں دائیں بائیں شامل ہو جائیں، بچوں کو پیچھے نہ ہٹائیں، کیونکہ بچے اپنے صحیح مقام پر کھڑے ہیں اور مردوں اور بچوں کی مذکورہ ترتیب جماعت کے شروع میں ہے، نماز شروع ہو جانے کے بعد نہیں، اس لئے جماعت شروع ہو جانے کے بعد جس صف میں جگہ ملے وہیں شامل ہو جانا چاہئے۔

بچوں کی صف کو مردوں کے پیچھے بنانے کا یہ حکم اس وقت ہے کہ جب مسجد میں آنے والے بچے تربیت یافتہ اور سلیقہ مند ہوں، مسجد میں شرارتیں نہ کریں، شور نہ مچائیں اور مسجد کے احترام کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خاموشی سے نماز ادا کریں۔ اور اگر صورت حال اس کے برعکس ہو اور ان کی علیحدہ صف بنانے میں نماز کے اندر شرارتیں کرنے اور اپنی نماز کو باطل کرنے یا ان کے کسی طرز عمل اور شرارت کی وجہ سے مردوں کی نماز فاسد ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو تو پھر ان کی علیحدہ صف نہ بنائی جائے، بلکہ ان کو منتشر اور متفرق طور پر مردوں کی صفوں میں کھڑا کرنا چاہئے اور بہتر ہوگا کہ ان بچوں کو صف میں انتہائی بائیں جانب یا داہنی جانب متفرق طور پر کھڑا کیا جائے تاکہ وہ نماز میں کوئی شرارت کر کے اپنی یا دوسروں کی نماز برباد کرنے کا ذریعہ نہ بنیں، ایسی صورت میں مردوں کی صفوں میں ان کے کھڑے ہونے سے مردوں کی نماز میں کوئی کراہت نہ آئے گی۔ (کذا فی تعبیرۃ الآیۃ متحریر لحق بمرافعی)

بات اصل میں یہ ہے کہ بچوں کی دینی تربیت اور اخلاق و آداب کی تعلیم کا تصور ہی مسلمانوں کے ذہن سے نکل گیا ہے۔ وہ مسجد جو مسلمانوں کا روحانی مرکز ہے اور دن میں پانچ مرتبہ اس سے سابقہ پڑتا ہے۔ کبھی اس کے آداب سیکھنے اور بچوں کو سکھانے اور ان پر پابندی سے عمل کرانے کا دھیان ہی نہیں آتا۔ جس کی بناء پر مساجد

کی جو بے حرمتی اور بے ادبی ہوتی ہے وہ ظاہر ہے، اگر ہر شخص اپنے بچوں کی نگرانی کرے اور مسلسل سمجھاتا رہے اور شرارت پر معقول تنبیہ کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ بچوں کی اصلاح نہ ہو۔

نیز تسویہ صفوف جو بروئے حدیث اقامت صلوٰۃ کا ایک جزو ہے، اس پر بھی عمل نہیں رہا، تسویہ صفوف میں جہاں صفوں کو سیدھا کرنا ہے، وہاں اس میں یہ بھی داخل ہے کہ جماعت میں شریک ہونے والوں کو ان کے اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہونے کا حکم کیا جائے اور جب حاضرین کے مراتب کے مطابق صفیں مرتب ہو جائیں اور سیدھی ہو جائیں، کوئی خلا ان میں نہ رہے تو اقامت کہی جائے اور پھر جماعت شروع ہو۔ جب سے اس پر عمل متروک ہوا ہے طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

فی الدر المحتار فی أحکام المساجد، ویحرم إدخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسهم وإلا فیکره وفی الشامی (قوله ویحرم الخ) لما اخرجه المنذری مرفوعاً جنبوا مساجدکم صبیانکم والمراد بالحرمة کراهة التحریم لظنیة لدلیل والا فیکره ای تنزیهاً تأمّل.
(ج/۱،ص/۴۴۱)

وفی التحریر المختار (قول الشارح والا فیکره) ای حیث لم یبالوا بمراعاة حق المسجد من مسح نخامة او تفل فی المسجد والا فان کانوا ممیزین ویعظمون المساجد بتعلم من ولی فلاکراهة فی دخولهم.
(ج/۱،ص/۸۶)

فی الدر المختار ویصف الرجال ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحد دخل الصف(قوله فلو واحد دخل الصف) ذکره فی البحر بحثا قال وکذا لو کان المقتدی رجلا وصبیا یصفهما خلفه الخ وقال الرافعی تحت قول الشامی (ذکره فی البحر بحثاً) قال الرحمتی ربما یتعین فی زماننا ادخال الصبیان فی صفوف الرجال لان المعهود منهم اذا اجتمع صبیان فاکثر تبطل صلاۃ بعضهم ببعض وربما تعدی ضررهم الی افساد صلاۃ الرجال. انتهی. (ج/۱،ص/۷۳)

فی غنیة المستملی ثم الترتیب بین الرجال والصبیان سنة لافرض هو الصحیح.(ص/۴۸۵) فی الدر المختارویصف ای یصفهم الامام بان یامرهم بذالک قال الشمنی وینبغی ان یامرهم بان یتراصوا و یسددوا الخلل ویسووا مناکبهم الخ.(ج/ ،ص/۳۸۲)

ایک بچہ کو صف میں کھڑا کرنے کا حکم

سوال نمبر:۔اگر مردوں کی جماعت میں صرف ایک بچہ ہو، کیا اس کو مردوں کی صف کے بعد پچھلی صف میں کھڑا ہونا چاہئے، یا وہ مردوں کے ساتھ بھی کھڑا ہوسکتا ہے، اور اس میں کوئی کراہت تو نہ ہوگی؟

جواب:۔اگر صرف ایک بچہ ہو تو اس کو مردوں کے ساتھ ان کی صف ہی میں

کھڑا کیا جائے، اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

فی الدر المحتار ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحد دخل الصف. (ج/۱، ص/۲۸۴)

(وکذا فی العالمگیری وغنیة المستملی)

زیادہ بچوں کی صف کا حکم

سوال نمبر: ۲۔ اگر بچے ایک سے زیادہ ہوں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ان کی صف کہاں ہونی چاہئے؟ کیا وہ بھی مردوں کے ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کھڑے ہو جائیں تو کیا کوئی کراہت ہوگی؟

جواب:۔ اگر بچے ایک سے زیادہ ہوں اور ان کی جدا صف بنانے میں نماز خراب ہونے کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو مردوں کی صف کے پیچھے ان کی صف بنانی چاہئے اور وہاں انہیں کھڑا کرنا چاہئے، بلاضرورت بچوں کو مردوں کے ساتھ کھڑا کرنا خلاف سنت ہے، خواہ جماعت جمعہ کی ہو یا دیگر فرائض کی اور اگر بچوں کے یکجا جمع ہونے سے ان کی یا مردوں کی نماز خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو بچوں کو متفرق طور پر مردوں کی صفوں میں دائیں بائیں جانب کھڑا کر لینا درست ہے۔ (کمامرّ)

بچوں کی صف سے گزر کر اگلی صفوں کو پُر کرنے کا حکم

سوال نمبر۳:۔ اگر مردوں کی صف میں جگہ خالی ہو، لیکن بچوں کی صف درمیان میں حائل ہو تو کیا بچوں کے آگے سے گزر کر مردوں کی صف میں شامل ہونا درست ہے؟

جواب:۔ دورانِ جماعت مردوں کی صفیں پر کرنے کے لئے بچوں کے آگے سے گزرنا درست ہے، ایسی صورت میں گزرنے والا گنہگار نہیں ہوگا، کیونکہ وہ شرعی ضرورت سے ایسا کررہا ہے، نیز بچوں کی صف درمیان سے چیر کر مردوں کی صف میں ملنا بھی درست ہے۔

فی الدر المختار ولو وجد فرجة فی الاول لا الثانی له خرق الثانی لتقصیرهم الخ (قوله لتقصیرهم) یفید ان الکلام فیما اذا شرعوا وفی القنیة قام فی اخر صف وبینه وبین الصفوف مواضع خالیة فللداخل ان یمر بین یدیه لیصل الصفوف لانه اسقط حرمة نفسه فلا یاثم المار بین یدیه الخ. (ج/۱، ص/۳۸۳)

نماز کے دوران بچوں کو پیچھے دھکیلنا

سوال نمبر:۔۴، مردوں کی صفیں پُر ہوچکی ہوں، لیکن بچوں کی صف میں دائیں بائیں جگہ خالی ہو تو کیا بعد میں آنے والے مردوں کو بچوں کی صف میں شامل ہوجانا درست ہے، یا بچوں کو پیچھے کردیں؟ اور کیا نماز کی حالت میں بچوں کو پیچھے کرنا چاہئے جیسا کہ بعض لوگوں کا معمول ہے کہ وہ بڑے اہتمام سے بچوں کو پیچھے دھکیل دیتے ہیں اور ان کی جگہ خود کھڑے ہوجایا کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا درست ہے؟

جواب:۔ اس کی کچھ تفصیل شروع میں گزرچکی ہے، اس سلسلہ میں کوئی صریح جزئیہ تو ملا نہیں، البتہ درج ذیل تصریح کی روشنی میں غور کرنے سے سمجھ میں یہی آتا ہے کہ بعد میں آنے والے مردوں کو بچوں کی صف ہی میں دائیں بائیں کھڑے ہوجانا

چاہئے کیونکہ مردوں اور بچوں کی صفوں کی ترتیب شروع جماعت میں ہے، اور جب بچے اپنی صف میں کھڑے ہوں تو نماز کی حالت میں انہیں پیچھے نہ ہٹانا چاہئے، جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کا یہ طرز عمل درست نہیں۔

في البحر الرائق محل هذا الترتيب عند حضور جمع من الرجال وجمع من الصبيان وحينئذ تؤخر الصبيان الخ.

(ج/۱، ص/۳۷۵)

جمعہ وعیدین میں بچوں کو ساتھ کھڑا کرنے کا حکم

سوال نمبر۔۵، اگر جمعہ وعیدین وغیرہ کے اجتماع کثیر میں بچوں کو علیحدہ کھڑا کرنے میں بچے کے گم ہو جانے یا اغوا ہو جانے کا اندیشہ ہو، یا تمام بچوں کے ایک جگہ جمع ہونے میں آپس میں لڑائی ہونے یا اور کسی فتنے کا اندیشہ ہو تو بچوں کو اپنے ساتھ کھڑا کرنے کی کوئی گنجائش ہے؟ برائے کرم اس پر غور فرما کر اس کا حل ضرور لکھیں۔

جواب۔ اگر بچہ ایک ہو تب تو بلا کراہت اپنے ساتھ کھڑا کرنا درست ہے اور اگر متعدد بچے ہیں تو بلا ضرورت مردوں کی صف میں کھڑا کرنا جمعہ وعیدین میں بھی سنت کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں مردوں کی صف سے علیحدہ کوئی جگہ ہو، مثلاً دروازہ یا بڑی کھڑکی یا دروں اور ستونوں کے درمیان کوئی جگہ خالی ہو تو وہاں کھڑا کریں۔ اور جب اجتماع عظیم اور مجمع کثیر کی بنا پر ان صورتوں میں سے کسی صورت پر عمل کرنا ممکن نہ ہو یا بچوں کو مردوں سے علیحدہ کھڑا کرنے میں بچوں کے گم ہو جانے یا اغوا ہونے یا اور کسی فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو بچوں کو اپنے ساتھ مردوں کی صف میں متفرق طور پر کھڑا کرنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ علامہ رافعی رحمہ اللہ علیہ کی تصریح سے

ثابت ہوا جو شروع میں گزر چکی ہے۔

جگہ روکنے کے لئے کپڑا وغیرہ رکھنا

سوال:۔ اکثر مساجد میں یہ رواج ہوگیا ہے کہ بے ضو لوگ اول صف میں اپنا رومال وغیرہ رکھ کر وضو کرنے باہر چلے جاتے ہیں، یا مسجد میں کسی دوسری جگہ بیٹھے باتیں کرتے رہتے ہیں، ور جماعت کے وقت آ جاتے ہیں، جبکہ دوسری جانب بعض محتاط لوگ صف اوّل کے شوق میں اپنے گھر سے وضو کرکے آتے ہیں، اور یہ رومال رکھنے والے ان سے لڑتے ہیں، آیا اس طرح اس جگہ پر رومال رکھنے والوں کا حق ہوجاتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جو شخص پہلے آ کر مسجد میں نہ بیٹھ ہو، وہ اپنا کپڑا کسی جگہ مسجد میں قبضہ کرنے کی غرض سے رکھدے، یہ شرعاً جائز نہیں ہے، اور اس سے اس کا حق بھی قائم نہیں ہوتا، خواہ وہ وضو کی غرض سے جائے یا کسی اور غرض سے جائے۔

(امداد المفتیین بتصرف ج۲، ص۳۱۲)

جو شخص کسی ضرورت سے اُٹھے تو اس جگہ واپس آنا اسی کا حق ہے

سوال:۔ اگر کوئی شخص مسجد سے اُٹھ کر حوائجِ ضروریہ کے لئے مسجد سے باہر آئے اور اپنی جگہ رومال چھوڑ آئے تو یہ اس جگہ کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ اگر کوئی اس جگہ بیٹھ گیا تو وہ اس شخص کو اُٹھا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر کوئی شخص پہلے سے مسجد میں آ کر مسجد میں کسی جگہ بیٹھا اور پھر بضرورت وضو وغیرہ وہاں سے اُٹھا اور اس جگہ اپنا کپڑا رکھ دیا تو وہ اس جگہ کا زیادہ

مستحق ہے، اگر کوئی دوسرا شخص اس جگہ بیٹھ گیا تو وہ اس کو اٹھا سکتا ہے، اور بغیر اس حاجت مذکورہ کسی جگہ محض رومال رکھنا اور قبضہ کرنا اچھا نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

وفي ردالمحتار: وينبغي تقيدهٔ بما اذا لم يقم عنه على نيته العود بلامهلة كما لو قام للوضوء مثلاً ولا سيما اذا وضع فيه ثوب لتحقق سبق يده

(امداد المفتين: ج/۲، ص/۱۴۲، بتصرف)

اذان واقامت کے درمیان گفتگو میں مشغول رہنا

عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا على فإنه من صلى على صلاة صلى الله عليه بها عشرا ثم سلوا الله لي الوسيلة فإنها منزلة في الجنة لا تبغي إلا لعبد من عباد الله وأرجو أن أكون أنا هو فمن سأل لي الوسيلة حلت له الشفاعة. (رواه مسلم)

''حضرت عبداللہ ابن عمرابن عاص ﷺ راوی ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا'' جب تم مؤذن کی آواز سنو تو (اس کے جواب میں) اس کے الفاظ کو دہراؤ اور پھر (اذان کے بعد) مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے تو اس کے بدلہ میں خدا اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے، پھر (مجھ پر درود بھیج کر) میرے لئے (خدا سے) وسیلہ کی دعا کرو۔ وسیلہ جنت کا ایک (اعلیٰ) درجہ ہے جو خدا کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھ کو امید ہے

کہ وہ بندۂ خاص میں ہوں گا، لہذا جو شخص میرے لئے وسیلہ کی دعا
کرے گا (قیامت کے روز) اس کی سفارش مجھ پر ضروری
ہو جائے گی۔''

توضیح

مطلب یہ ہے کہ جب مؤذن اذان کہے تو تم بھی مؤذن کے ساتھ اذان کے کلمات دہراتے جاؤ، البتہ چند کلمات ایسے ہیں جن کو بعینہ دہرانا نہیں چاہئے بلکہ ان کے جواب میں دوسرے کلمات کہنے چاہئیں۔ جس کی تفصیل آئندہ حدیث میں آرہی ہے، چنانچہ فجر کی اذان میں جب مؤذن

الصلوۃ خیر من النوم

کہے تو اس کے جواب میں:

صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وبالحق نَطَقْتَ

''یعنی تم نے سچ کہا اور خیر کثیر کے مالک ہوئے اور تم نے سچ بات
کہی) کہنا چاہئے۔''

''وسیلہ'' اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کسی مطلوبہ چیز کو حاصل کیا جائے اور اس کے سبب سے مطلوبہ چیز کا قرب حاصل ہو، چنانچہ جنت کے ایک خاص اور اعلیٰ درجہ کا نام وسیلہ اسی لئے ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہوتا ہے اسے باری تعالیٰ عزاسمہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور اس کے دیدار کی سعادت میسر آتی ہے نیز جو فضیلت اور بزرگی اس درجہ والے کو ملتی ہے وہ دوسرے درجہ والوں کو نہیں ملتی۔

آپ ﷺ کا ارجو (یعنی مجھ کو امید ہے) فرمانا عاجزی اور انکساری کے

طور پر ہے کیونکہ جب آنحضرت ﷺ تمام مخلوق سے افضل و بہتر ہیں تو یہ درجہ یقیناً آپ ﷺ ہی کے لئے ہے۔ کوئی دوسرا اس درجہ کے لائق کیسے ہوسکتا ہے؟ لہٰذا اس لفظ کی تاویل یہ کی جائے گی کہ یہ یقین سے کنایہ ہے یعنی مجھے یہ یقین ہے کہ یہ درجہ مجھے ہی حاصل ہوگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان واقامت کے دوران اذان واقامت کا جواب دینا چاہئے، گفتگو کو ترک کرنا چاہئے۔

مسجد کی چیزیں مثلاً پنکھے، جھاڑو، لاؤڈ اسپیکر وغیرہ کا تقریبات میں لے جانا

شرعاً مسجد کی چیزیں مسجد سے باہر لیجا کر استعمال کرنا حرام ہے، اس لئے مسجد کا پنکھا، جھاڑو، لاؤڈ اسپیکر وغیرہ کو عاریتاً دیکر شادی وغیرہ کی تقریبات میں استعمال کرنا حرام ہے۔

لان البواری لیست من المسجد حقیقة لکن لها حکم المسجد وقال ایضاً ولا یحمل الرجل سراج المسجد الی بیته ویحمل ویعمل من بیته الی المسجد.
(الخلاصة، ج/۱، ص/۲۲۹)

فی قول ابی یوسف انه لایجوز نقل المسجد ونقل ماله الی مسجد آخر فالی غیر المسجد لطریق الاولیٰ
(امداد الاحکام: ج/۳، ص/۱۷۲)

نماز سے متعلق غلطیاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا. (النساء: ۱۰۳)

"پھر جب تم نماز پوری کر چکو تو اللہ کو (ہر حالت میں) یاد کرتے رہو، کھڑے بھی، بیٹھے بھی، اور لیٹے ہوئے بھی، پھر جب تمہیں (دشمن کی طرف سے) اطمینان حاصل ہو جائے تو نماز قاعدے کے مطابق پڑھو، بیشک نماز مسلمانوں کے ذمے ایک ایسا فریضہ ہے جو وقت کا پابند ہے۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز کے مسائل میں غلطیاں

نماز شروع کرتے وقت زبان سے نیت کے الفاظ دہرانا

زبان سے نیت کے لفاظ ادا کرنا ضروری نہیں اور نہ ہی بدعت ہے اس لئے کہ زبان سے الفاظ کی ادائیگی کوئی مقصود نہیں ہے، بلکہ ذریعہ مقصود ہے، نیت تو صرف مراد قلبی کا نام ہے وہ ادائے نماز کے لئے کافی ہے لیکن عام لوگوں کے قلوب پر عموماً افکار کا ہجوم رہتا ہے اور وہ پوری یکسوئی کے ساتھ قلب کو حاضر نہیں کر پاتے، اس لئے زبان سے بھی الفاظ ادا کرائے جاتے ہیں تاکہ حضور قلب میں جس قدر کمی ہے وہ الفاظ کے ذریعہ سے پوری ہوجائے، چنانچہ اگر کوئی شخص احضار قلب پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے الفاظ کا ادا کرنا بھی کافی ہے۔

فالنية هى الارادة فنية الصلوٰة هى ارادة الصلوة لله تعالىٰ على الخلوص. والارادة عمل القلب.
(بدائع الصنائع: ج/۱، ص/۵۸۷)

لعل الاشبه انه بدعة حسنة عند قصد جمع العزيمة لان الانسان قد تغلب عليه تفرق خاطرة.
(رد المحتار: ج/۱، ص/۴۱۶، سعید)

مقتدی کا نماز میں بآوازِ بلند قرآن اور دعائیں پڑھنا

مسئلہ:۔ اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے یعنی مقتدی ہے تو امام کے پیچھے

قرأۃ نہ کرے اور نہ فاتحہ پڑھے اس پر لازم ہے کہ خاموش رہے اور سنے۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. (الاعراف۔ آیت/۲۰۴)

''اور جب قرآن پڑھا جائے تو تم اس کو پوری توجہ سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر یوں منقول ہے۔

عن يسير بن جابر صلّى ابن مسعود فسمع أناسًا يقرؤون مع الإمام فلما انصرف قال أما ان لكم ان تفقهوا اما ان لكم أن تعقلوا و إذا قرئ القرآن فاستمعوا له و أنصتوا كما أمركم الله تعالىٰ.

(تفسير ابن جرير: ج/۹، ص/۱۰۳)

''حضرت یسیر بن جابرؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے نماز پڑھی اور چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرأۃ کرتے سنا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم سمجھ اور عقل سے کام لو اور جب قرآن کریم کی قرأۃ ہو تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر یوں منقول ہے:

عن علي بن ابي طلحةؓ عن ابن عباس رضي الله تعالى

عنهما في قوله تعالى: وإذا قُرِئ القرآن فاستمعوا له
وأنصتوا لعلكم ترحمون يعني في الصلوة المفروضة.
(کتاب القرأة للبیہقی: ص ۷۳)

''حضرت علی بن ابی طلحہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ''اذا قری القرآن الآیۃ'' فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔''

(گو غیر فرض نمازوں مثلاً نماز عید نماز تراویح وغیرہ بھی عموم الفاظ کے لحاظ سے شامل ہیں)۔

عن ابی موسیٰ الاشعری ﷜ ان رسول اللّٰه ﷺ خطبنا فبين لنا سنتنا و علمنا صلوتنا فقال اذا صليتم فاقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم احدكم واذا كبر فكبروا واذا قرء فانصتوا. (مسلم ص ۱۷۴ ج ۱)

''حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷜ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اور ہمارے لیے ہماری سنتیں بیان کیں اور ہمیں نماز کا طریقہ سکھایا۔ آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھا کرو پھر تم میں سے ایک آدمی تم کو امامت کرائے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأۃ کرے تو تم خاموش رہو۔''

عن جابر بن عبدالله ﷜ ان النبي ﷺ قال من كان له امام فقراة الامام له قراة. (ابن ماجہ ص ۶۱)

''حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس کا امام ہو (یعنی جو امام کے پیچھے اس کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو) تو امام کی قرأۃ اس کی قرأۃ ہے۔''

یعنی مقتدی کو پڑھنے کی ضرورت نہیں امام کی قرأۃ سے فریضہ قرأۃ ادا ہو جاتا ہے۔

عن ابی هريرة ﷺ قال قال رسول اللّٰه ﷺ انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرء فانصتوا واذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين واذا ركع فاركعوا واذا قال سمع اللّٰه لمن حمده فقولوا ربنا لك الحمد. (صحیح مسلم ص۱۷۴، ج۱)

''حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا بیشک امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے۔ پس جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأۃ کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ **غير المغضوب عليهم ولا الضالين** کہے تو تم آمین کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ **سمع اللّٰه لمن حمده** کہے تو تم **ربنا لك الحمد** کہو۔''

عن عبد اللّٰه قال كانوا يقرء ون خلف النبی ﷺ فقال خلطتم علی القرآن. (مسند احمد ص۴۵۱، ج۱)

''حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے پیچھے نماز میں قرأۃ کرتے تھے تو آپ نے فرمایا

تم نے مجھ پر قرآن کو خلط ملط کر دیا ہے۔ (یعنی تمہارا کام قرأۃ کرنا نہیں یہ امام کا کام ہے تم کیوں گڑبڑ کرتے ہو)۔''

عن عطاء بن یسارؒ انہ سأل زید بن ثابت ؓ عن القرآۃ مع الامام فقال لا قرآءۃ مع الامام فی شیٔ. (مسلم ص ۲۱۵،ج ۱)

''حضرت عطاء بن یسارؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت ؓ سے امام کے ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں قرأۃ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے ساتھ کسی بھی نماز میں (سری ہو یا جہری) قرأۃ نہیں ہے۔ (یعنی مقتدی ہرگز قرأۃ نہ کرے جہری نماز ہو یا سری)۔''

عن ابی وائل قال جاء رجل الیٰ ابن مسعود ؓ فقال اقرء خلف الامام قال انصت للقرآن فان فی الصلوٰۃ شغلا و سیکفیک ذلک الامام. (طحاوی ص ۱۵۰،ج ۱)

''حضرت ابووائلؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا کیا میں امام کے پیچھے قرأۃ کر سکتا ہوں۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا کہ تم خاموش رہو قرآن سننے کے لیے کیونکہ نماز کی حالت میں مشغولیت ہوتی ہے اور تیرے لیے امام کا پڑھنا کافی ہے۔''

فاتحہ کے ساتھ کوئی سورۃ ملانا

فرض کی پہلی دو رکعتوں میں (مقتدی کے علاوہ) اور باقی نمازوں کی جملہ رکعات میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملانا واجب ہے۔ (ہدایہ ج ۱۸،۱/ ۶۷)

عَنْ اَبِیْ سعید الْخُدْرِیِّ قَالَ اَمَرنَا نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم اَنْ نَّقْرءَ الْفَاتحۃَ وَ مَا تَیَسَّر. (ابوداؤد ج/۱،ص/۱۸)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نماز میں فاتحہ اور جو کچھ میسر ہو قرآن میں سے پڑھیں۔''

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ (مرفوعا) لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ فَمَا زَادَ. (مستدرک حاکم: ج/۱،ص/۲۳۹، وقال الحاکم هذا حدیثٌ صحیحٌ لاغُبار علیہ)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ نماز فاتحہ اور کچھ زائد حصے کے بغیر نہیں ہوتی۔''

لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ فَصَاعِدًا.

(مسلم ج/۱،ص/۱۶۹)

''سورہ فاتحہ اور کچھ زائد حصے کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔''

لَاصَلوۃَ لِمَنْ لَّمْ یقْرءْ بِالْحَمْدِ وَسُوْرَۃٍ فِیْ فَرِیْضَۃٍ اَوْغَیْرِهَا.

(ترمذی: ص/۲۱)

''نماز الحمد (سورۃ فاتحہ) اور کسی سورۃ کے ملانے کے بغیر نہیں ہوتی خواہ نماز فرض ہو یا اس کے علاوہ۔''

لَاصَلوۃ اِلَّا بفاتحۃِ الْکِتٰبِ وَاٰیَتَیْنِ. (اَیْ طَوِیْلَتَیْنِ).

(کنز العمال ج/۷،ص/۳۱۳، بحوالہ طبرانی)

''سورہ فاتحہ اور دو لمبی آیتوں کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔''

لَاتَجْزِی الْمَکْتُوْبَۃُ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ وَثَلَاثِ اٰیَاتٍ فَصَاعِدًا. (کنز العمال: ج/۷،ص/۳۱۳)

''فرض نماز نہیں ہوتی سورہ فاتحہ اور تین آیت یا اس سے کچھ زیادہ کے بغیر۔''

لَاتَجْزِئُ صَلٰوةٌ لَايُقْرَءُ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ وَشَيْءٍ مَّعَهَا مِنَ الْقُرْاٰنِ. (نصب الرایہ ج/ ص/۳۶۵ بحوالہ ابونعیم)

''وہ نماز درست نہیں ہوتی جس میں سورہ فاتحہ اور کچھ حصہ قرآن کا نہ پڑھا جائے۔''

عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ مَرْفُوْعًا اِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا شِئْتَ.

(صحیح ابن حبان ج/۳،ص/۲۰۹، واللفظہ له ابو داؤد ص/۱۲۵)

''حضرت رفاعہ بن رافع ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز کے لئے قبلہ رخ ہو تو پہلے تکبیر کہو، پھر سورۂ فاتحہ پڑھو اور پھر قرآن میں جو حصہ چاہو پڑھو۔''

جماعت میں شامل ہونے کے لئے امام کا انتظار کرنا

بعض لوگ امام کو سجدہ میں پاتے ہیں تو کھڑے رہتے ہیں۔ اور انتظار کرتے ہیں کہ جب امام اٹھ جائے گا تو ہم ان کے ساتھ شریک ہو جائیں گے جبکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم (جماعت میں شریک ہونے کے لئے آؤ اور مجھے سجدہ کی حالت میں پاؤ تو تم بھی سجدہ میں چلے جاؤ اور اس سجدہ کو کسی حساب میں نہ لگاؤ۔ ہاں جس نے (امام کے ساتھ) رکوع پالیا تو اس نے پوری رکعت پالی۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن نسجدو فاسجدوا ولاتعدّوہ شیا ومن ادرک رکعۃ فقد ادرک الصلوۃ.(رواہ ابوداود)

قیام کو لمبا کرنا اور دوسرے ارکان کو مختصر کرنا

قیل لنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایّ الصلوۃ افضل؟ قال طول القنوت والقول الاوّل حکاہ الھرویّ والثانی حکاہ الخطابی وھناک اقوال اخر، کذا فی معارف السنن(ج/۳،ص/۴۶۷) مرتب عفی عنہ.

لفظ ''قنوت'' متعدد معانی کے لئے آتا ہے۔مثلاً طاعت،عبادت،صلوٰۃ،دعاء قیام،طولِ قیام،سکوت، یہاں جمہور نے قیام کے معنی مراد لئے ہیں۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ تطویلِ قیام افضل ہے یا تکثیر رکعات،امام ابوحنیفہؒ اور ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ طولِ قیام افضل ہے،حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک تکثیر رکعات افضل ہے،امام محمدؒ کا مسلک بھی اسی کے مطابق ہے۔

اور امام شافعیؒ کی دوسری روایت بھی اس کے مطابق ہے،لیکن اُن کا مفتی یہ قول پہلا ہی ہے اور امام ابو یوسفؒ نیز اسحاق بن راہویہ کے نزدیک دن میں تکثیر رکعات افضل ہے اور رات میں تطویل قیام،البتہ اگر کسی شخص نے صلوۃ اللیل کے لئے کچھ وقت مخصوص کیا ہوا ہو تو رات میں بھی تطویلِ قیام کے بجائے تکثیر رکعات افضل ہے، امام احمد بن حنبلؒ نے اس مسئلہ میں توقف اختیار کیا ہے۔

حنفیہ اور شافعیہ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں،جبکہ حضرت ابن عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے ہم مسلک دوسرے حضرات کا استدلال حضرت ثوبان ﷺ کی روایت سے ہے، فرماتے ہیں۔

سمعت رسول اللّٰہ علیه صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول ما من عبد یسجد للّٰہ سجدة الا رفعه اللّٰہ بها درجة وحط عنه بها خطیئة"

لیکن اول تو یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مسلک پر صریح نہیں، نیز سجدہ سے پوری نماز مراد لی جاسکتی ہے۔

امام کے سلام پھیرنے سے پہلے مسبوق کا کھڑا ہونا

ایک مرتبہ آپ ﷺ اور حضرت مغیرہ ﷺ صبح کی نماز میں تاخیر ہوگئی جب وہ پہنچے تو اس وقت عبدالرحمٰن بن عوف ایک رکعت پڑھا چکے تھی تو جب عبدالرحمٰن بن عوف نے محسوس کیا کہ آپ ﷺ تشریف لائے ہیں تو وہ پیچھے ہٹنے لگے لیکن آپ ﷺ نے ان کو نماز پوری کرنے کا اشارہ کیا تو آپ ﷺ اور حضرت مغیرہ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، پھر جب عبدالرحمٰن بن عوف نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر نماز پوری کرلی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہوگا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

عن الحسن عن زرارہ بن اوفی ان المغیرة بن شعبة قال تخلف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فذکر هذه القصة فقال فاتینا الناس وعبدالرحمن بن عوف یصلی بهم الصبح فلما رای النبی علیه الصلوة والسلام اراد

ان يتاخر فاومى اليه ان يمضى قال فصليت انا و النبى عليه الصلوة والسلام خلفه فلما سلم قام النبى صلى الله عليه وسلم فصلى الركعة التى سبق بها ولم يزد عليها شيئاً. (اعلاء السنن: ج/۴، ص/۳۴۳)

امام پر سبقت

افعالِ نماز کی ادائیگی میں امام سے سبقت کرنا مکروہ ہے۔ (شرح نقایہ ج/۱، ص/۹۴)

عَنْ اَنسٍ ﷺ (مرفوعًا) اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ اِمَامُكُمْ فَلَاتَسْبِقُوْنِىْ بِالرُّكُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالْاِنْصِرَافِ. (مسلم ج/۱، ص/۱۸۰)

''حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں پس تم مجھ سے سبقت نہ کرو، رکوع سجود قیام میں اور نماز سے پلٹنے میں یعنی فارغ ہونے میں۔''

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ﷺ عَنِ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ اَمَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رأس حمارٍ اَوْيَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهٗ صُوْرَةَ حِمَارٍ. (بخاری: ج/۱، ص/۹۶)

''حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: سجدہ کی حالت میں جو شخص اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے کیا وہ اس سے ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو یا اس کی صورت کو گدھے کی

صورت بنادے۔''

نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ

ہاتھ زیر ناف باندھیں۔ (ہدیہ ج۱/ص۶۵)

۱ محدث ابن ابی شیبہؒ جو امام بخاریؒ، وامام مسلمؒ کے استاذ ہیں وہ حضرت وکیعؒ سے اور وہ موسیٰ بن عمرؒ سے وہ علقمہ بن وائلؒ سے وہ اپنے والد حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کرتے ہیں۔

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَضَعُ يَمِينَهُ عَلى شِمَالِهِ تَحْتَ السُّرَّةِ. (مصنف ابن ابی شیبه ج/۱، ص/۳۹۰، طبع کراچی، آثار السنن ج/۱، ص/۶۹، وقال اسنادہ صحیح)

''میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھا۔''

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْاَيْدِىْ عَلَى الْاَيْدِىْ تَحْتَ السُّرَرِ. (مسند احمد: ج/۱، ص/۱۱۰)

''حضرت علی ؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا ہے کہ نماز کی سنت میں سے ہے، دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔''

الحَجَّاجُ بْنُ حِسَانٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَامِجْلَزٍ اَوْ سَأَلْتُهُ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ يَضْنَعُ قَالَ يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِينِهِ عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ وَيَجْعَلُهَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ.

''حضرت حجاج بن حسانؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابومجلزؒ سے سنا یا دریافت کیا کہ نمازی ہاتھ کس طرح رکھے؟ تو انہوں نے کہا اپنے

دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے بیرونی حصہ پر رکھے اور اس کو
ناف سے نیچے رکھے۔''

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يَضَعُ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهِ فِي الصَّلٰوةِ
تَحْتَ السُّرَّةِ. (مصنف ابن ابی شیبہ: ج/۱، ص/۳۹۰)

''حضرت ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف
کے نیچے رکھے۔''

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي
الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(الجوهر النقی علی البیهقی: ج/۲، ص/۳۱)

''حضرت ابوہریرہ ﷺ نے کہا کہ ہاتھ کو ہاتھ پر نماز میں ناف کے
نیچے رکھا جائے۔''

عَنْ اَنَسٍ ﷺ قَالَ ثَلَاثٌ مِّنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ تَعْجِيْلُ الْاِفْطَارِ
وَتَاخِيْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْيَدِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي
الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(الجوهر النقی علی البیهقی: ج/۲، ص/۳۲، بحواله ابن حزمؒ)

''حضرت انس ﷺ نے کہا ہے کہ تین باتیں نبوت کے اخلاق میں
سے ہیں۔ روزہ کی افطار میں جلدی کرنا۔ اور سحری میں تاخیر کرنا اور
دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھنا۔''

نوٹ: ۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے یا ناف کے اوپر یا سینہ پر۔ اس بارہ میں
سب مرفوع روایات درجہ دوم اور سوم کی ہیں۔ یا ضعاف ہیں۔ حضرت امام اعظم
ابوحنیفہؒ ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کو زیادہ اقرب الی التعظیم خیال کرتے ہیں۔ اور

روایات کے اعتبار سے بھی ان روایتوں کو راجح قرار دیتے ہیں۔ یہ مسئلہ بھی ترجیح سے تعلق رکھتا ہے۔

مسئلہ:۔ عورت کے لئے دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کے اوپر سینہ پر رکھنا زیادہ استر ہے۔ (شرح نقایہ: ج ۱/ ص ۷۳)

استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ لکھتے ہیں:

وَ اَمَّا فِیْ حَقِّ النِّسَآءِ فَاتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ السُّنَّةَ لَهُنَّ وَضْعُ الْيَدَيْنِ عَلَى الصَّدْرِ. (السعایہ ج/۲، ص/۱۵٦)

''بہر حال علماء کا اتفاق ہے کہ عورتوں کے حق میں سنت یہ ہے کہ وہ ہاتھ نماز میں سینے پر رکھیں۔''

امام بیہقیؒ کہتے ہیں ''جامع بات اس سلسلہ (کہ عورت کے احکام نماز مرد کے احکام سے الگ ہیں) میں ستر اور پردہ پوشی کی طرف راجع ہے۔ اس لئے کہ عورت مامور ہے ہر اس چیز کے ساتھ جس میں اس کے لئے پردہ زیادہ ہے۔ وہی بات اس کے حق میں بہتر ہوگی۔ رکوع اور سجدہ میں بھی یہی بات (ستر) پیش نظر ہے۔ چنانچہ امام بیہقیؒ نے اس بارہ میں جو باب قائم کیا ہے وہ یہ ہے۔

''مستحب ہے عورت کے لئے کہ وہ بازوؤں کو پہلوؤں سے دور نہ رکھے، رکوع اور سجود میں''

پھر امام بیہقیؒ کہتے ہیں، حضرت امام ابراہیم نخعیؒ کہتے تھے، عورت کو حکم دیا جاتا تھا کہ جب وہ سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ چسپاں کر دے، اور ساتھ ملا دے تاکہ اس کے سرین اوپر نہ اٹھے اور اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے دور نہ رکھے جس طرح مرد رکھتے ہیں۔ (سنن الکبریٰ ج ۲/ ص ۲۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عورت جب وہ سجدہ کرتی ہے تو اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملائے۔ یہ اس کے لئے زیادہ ستر کا باعث ہوگا۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ کی اس کی طرف ایسی حالت میں نگاہِ رحمت ہوتی ہے اور وہ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے۔ کہ اے میرے ملائکہ تم گواہ بن جاؤ میں نے اس عورت کو بخش دیا ہے۔ (سنن الکبریٰ۔ ج ۲/۲، ص ۲۲۳)

ان تمام امور میں عورت کے لئے ستر کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ تو ایسے ہی ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھانے اور سینہ پر رکھنے میں بھی ستر ہی ملحوظ ہے۔

نماز کی بعض دعاؤں کو مقرر کردہ جگہوں پر نہ پڑھنا

مسئلہ:۔ اگر کسی نے رکوع میں سجدہ کی تسبیح یا سجدہ میں رکوع کی تسبیح پڑھ دی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے، البتہ مکروہ تنزیہی ہے یاد آجائے تو پھر رکوع یا سجدہ کی تسبیح کہہ لے تاکہ سنت کے مطابق ہو جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۸۵/، ج ۴/۴ درمختار)

مسئلہ:۔ رکوع کی تسبیح سجدہ میں کہہ دی، سجدہ ہی میں یاد آنے پر سجدہ کی تسبیح کہنی چاہئے تاکہ سنت کے موافق ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم۔ ج ۴/۴، ص ۳۸۵/)

مسئلہ:۔ نماز میں بہ مجبوری زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔
(آپ کے مسائل ج ۳/۳، ص ۳۱۵/)

مسئلہ:۔ رکوع میں بجائے تسبیح کے کوئی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ جائے تو سجدۂ سہو لازم نہیں آتا کیونکہ رکوع کی تسبیح واجب نہیں ہے اور تشہد (التحیات) واجب ہے اس میں ایسا کرنے سے یعنی تشہد چھوڑنے سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

(فتاویٰ دارالعلوم۔ ج ۴/۴، ص ۳۹۶/)

مسئلہ: نماز میں تکبیر تحریمہ فرض ہے۔ اس کے علاوہ باقی نماز کی تکبیرات سنت ہیں۔ اس لئے اگر رکوع کو جاتے ہوئے تکبیر بھول گیا تو نماز ہوگئی، سجدۂ سہو بھی لازم نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل، ج ۳/ص ۳۱۵)

نماز میں بلاضرورت آنکھیں بند رکھنا

نماز میں آنکھوں کا بند کرنا مکروہ ہے۔ (کبیری ج ۳۵۰/شرح نقایہ ج ۱/ص ۹۳)

عَنْ اَنَسٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا اَنس اجعَلْ بَصَرَکَ حَیْثُ تَسْجُدُ.

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲/ص ۲۸۳)

"حضرت انس ﷺ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے انس! اپنی نظر اس جگہ رکھو، جہاں سجدہ کرتے ہو۔"

عَن ابن عبَّاس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال قال رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃ فَلایغُمِض عَیْنَیہِ (مجمع الزوائد ج ۲/ص ۸۳)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہو تو اپنی آنکھیں بند نہ کرے۔"

عَنْ مُجَاھِدٍؒ وقتَادۃ ﷺ اَنَّھُمَا کَانَا یَکْرَھَانِ تَغْمِیْضَ الْعَیْنَیْنِ فِی الصَّلٰوۃِ. (سنن الکبری للبیہقی. ج ۲/ص ۲۸۳)

"حضرت مجاہدؒ اور قتادہ ﷺ سے روایت ہے کہ وہ نماز میں آنکھوں کو بند کرنا مکروہ خیال کرتے تھے۔"

اقامت کے وقت سنت پڑھنا

عن ابی ھریرہ ؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلاۃ الاّ المکتوبۃ. (رواہ مسلم)

''حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب نماز کھڑی ہوجائے (یعنی فرض نماز کے لئے تکبیر کہی جائے) تو فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز نہ پڑھنی چاہئے۔''

س بات پر اتفاق ہے کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء میں جب اقامت ہوجائے تو سنتیں پڑھنا ناجائز ہے، البتہ صبح کی نماز میں اختلاف ہے۔ چنانچہ احناف کے نزدیک جماعت کھڑی ہونے بعد بھی سنتیں پڑھنا جائز ہے۔ احناف کا استدلال وہ احادیث ہیں جن میں سنت فجر کی تاکید آئی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد کی روایت ہے۔

لاتدعوا رکعتی الفجر ولو طردتکم الخیل.

''یعنی دشمن کے گھوڑے تمہیں روند بھی ڈالیں۔ تب بھی فجر کی سنتیں نہ چھوڑو۔''

نیز امام طحاوی نے حضرت نافعؒ کے حوالہ سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما درج ذیل کا اثر نقل کیا ہے۔

ایقظت ابن عمر لصلاۃ الفجر وقد اقیمت الصلاۃ فصلی رکعتین. (شرح معانی الآثار ج/۱، ص/۲۵۷)

''میں نے ابن عمر (عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو فجر کی نماز کے لئے اس وقت جگایا جس وقت نماز کھڑی ہوگئی تھی تو آپ نے (ابن عمر) نے دو رکعتیں (سنتیں) پڑھیں۔''

نماز کے لئے لباس وزینت کا اہتمام

نماز میں افضل واولیٰ یہ ہے کہ صرف ستر پوشی پر اکتفانہ کیا جائے بلکہ اپنی وسعت کے مطابق لباس میں زینت اختیار کی جائے۔حضرت حسن ﷺ کی عادت تھی کہ نماز کے وقت اپنا سب سے بہتر لباس پہنتے تھے۔اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جمال کو پسند فرماتے ہیں،اس لئے میں اپنے رب کے لئے زینت اختیار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

خذوا زينتكم عند كل مسجد.(سورة الاعراف ج/۳۱)

نیز زینت کے ساتھ نماز کے کپڑوں کا نجاست سے پاک ہونا بھی ضروری ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

وثيابک فطّهر. (المدثر)

''اپنے لباس اور کپڑوں کو پاک کرو۔''

قد قامت الصلوٰة کا جواب

جب مکبر تکبیر میں قد قامت الصلوٰة کہے تو سامع کو چاہئے کہ اس کے جواب میں اقامها الله وادامها کے الفاظ سے نظام صلوٰۃ کی بقاء اور شعائر اللہ کے دوام کی دعا کرے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

عن ابى امامه او بعض اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان بلالاً اخذ فى الاقامة فلما ان قال قد قامت الصلوٰة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقامها الله وادامها. (رواه ابوداؤد)

''حضرت ابوامامہ یا سرور کائنات کے کوئی دوسرے صحابی فرماتے ہیں
کہ حضرت بلال ﷛ نے تکبیر کہنی شروع کردی، جب انہوں نے
قدقامت الصلوۃ کہا تو آپ ﷺ نے (اس کے جواب میں)
فرمایا اقامھا اللّٰہ و ادامھا یعنی اللہ تعالیٰ نماز کو قائم ودائم رکھے۔''

سلام پھیرتے وقت سر ہلانا

سلام پھیرتے وقت سر ہلانے کا ثبوت نہیں ملا، باقی احادیث میں سلام کا جو طریقہ کار مذکور ہے وہ درج ذیل ہے۔

سلام

جب نماز ہو تو پہلے دائیں جانب ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ'' کہے اور پھر بائیں جانب کہہ کر سلام سے نکلے۔ (ہدایہ ج۱/ص۱۰۷)

عن عَامِرِ بن سَعْدٍ عن ابیہ ﷛ اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یُسلّم عَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ یَسَارِہٖ حَتّٰی اَرٰی بَیَاضَ خَدِّہٖ. (مسلم ج/۱،ص/۲۱۶، ابن ابی شیبہ ج/۱،ص/۲۹۸)

''حضرت سعد ﷛ کہتے ہیں کہ میں دیکھتا تھا رسول اللہ ﷺ کو آپ دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرتے تھے۔ یہاں تک کہ میں آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی دیکھتا تھا۔''

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ﷛ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یُسَلِّمُ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ یَسَارِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ.
(ترمذی: ص/۶۹)

''حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ دائیں بائیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہہ کر سلام پھیرتے تھے۔''

مسئلہ۔ اگر بغیر لفظ سلام کہے کوئی شخص نماز سے اٹھ کر چلا گیا۔ تو نماز لوٹانا واجب ہوگی۔ ورنہ وہ گنہگار ہوگا۔ کیونکہ لفظ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہہ کر نماز سے نکلنا واجب ہے۔ اور واجب کے ترک سے نماز لوٹانا واجب ہے۔

مسئلہ:۔ امام سلام کے وقت ان مقتدیوں کی نیت کرے جو دائیں بائیں ہیں۔ اور کِرَامًا کَاتِبِيْنَ اور محافظ فرشتوں وغیرہ کی۔ اور مقتدی ہر طرف نمازیوں اور ملائکہ اور جس طرف امام ہو تو اس کی نیت کرے۔ اور اگر امام کے بالکل پیچھے ہو تو دونوں طرف امام کی نیت کرے۔ اور منفرد کراماً کاتبین اور ملائکہ حفظہ وغیرہ کی نیت کرے۔ (ہدیہ ج ۱/ص ۷۴)

مسئلہ:۔ امام کا سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف رُخ پھیرنا مستحب ہے۔

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ ﷺ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ. (بخاری ج ۱/ص ۱۱۷)

''حضرت سمرۃ بن جندب ﷺ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سلام پھیر کر ہماری طرف رخ مبارک کر کے متوجہ ہوتے تھے۔''

مسئلہ:۔ امام کے لئے مقتدیوں کی طرف دائیں اور بائیں جانب سے رخ موڑ کر بیٹھنا دونوں طرح درست ہے، کسی ایک جہت کو لازم کرنا گناہ ہے۔

قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ ﷺ لَايَجْعَلُ اَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِنْ صَلَاتِهٖ يَرٰى اَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ لَّايَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ

يَمِيْنِه لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَثِيْرًا يَنْصَرِفُ عَنْ يَسَارِهٖ. (بخاری: ج/۱، ص/۱۱۸)

''حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں سے کچھ حصہ شیطان کے لئے نہ بنائے۔ وہ یہ خیال کرنے لگے کہ اس پر ضروری ہے کہ وہ نماز ختم کرکے دائیں طرف ہی پلٹے۔ کیونکہ میں نے نبی ﷺ کو بہت دفعہ بائیں طرف سے بھی پلٹتے ہوئے دیکھا ہے۔''

وَكَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ﷛ يَنْفَتِلُ عَنْ يَمِيْنِه وَعَنْ يَسَارِهٖ وَيَعِيْبُ عَلٰى مَنْ يَتَوَخّٰى اَوْ مَنْ تَعَمَّدَ الْاِنْفِتَالَ عَنْ يَمِيْنِه. (بخاری: ج/۱، ص/۱۱۸)

''اور حضرت انس ﷛ پلٹتے تھے دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے بھی اور اس پر نکتہ چینی کرتے تھے جو صرف دائیں طرف پلٹنے کا قصد کرتا تھا۔''

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

نماز کے بعد دعا کرنا اور دعا میں ہاتھ اٹھانا بھی مسنون اور مستحب ہے۔

عَنْ سَلمان ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَسْتَحْيِ مِنَ الْعَبْدِ اَنْ يَرْفَعَ اِلَيْهِ يَدَيْهِ فَيَرُدَّهُمَا خَائِبَتَيْنِ. (مستدرک حاکم: ج/۱، ص/۵۳۵)

''حضرت سلمان فارسی ﷛ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ شرماتا ہے اس بات سے کہ بندہ اس

کے سامنے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور وہ اُن کو خالی اور ناکام لوٹائے۔''

عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اِذَا مَدَّ یَدَیْہِ فِی الدُّعَآءِ لَمْ یَرُدَّھُمَا حَتّٰی یَمْسَحَ بِھِمَا وَجْھَہٗ. (مستدرک حاکم: ج/۱، ص/۵۳۶)

''امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا میں ہاتھ اٹھاتے، تو اُن کو واپس نہیں لوٹاتے تھے جب تک منہ پر نہ مل لیتے۔''

عَنِ ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما (مرفوعاً) اِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰہَ فَاسْئَلُوْہُ بِبُطُوْنِ اَکُفِّکُمْ وَلَا تَسْئَلُوْہُ بِظُھُوْرِھَا وَامْسَحُوْا بِھَا وُجُوْھَکُمْ.

(مستدرک حاکم ج/۱، ص/۵۳۶، ابن ماجہ: ص/۲۷۵)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو ہاتھوں کے بطون (ہتھیلیوں) کو سامنے رکھ کر سوال کرو۔ ہاتھوں کی پشت کو سامنے رکھ کر سوال نہ کرو۔ اور پھر دُعا کے بعد ہاتھوں کو منہ پر مل لیا کرو۔''

عَنْ مُحمد بن یحیی الاسلمی قال رأیت عبداللّٰہ بن الزُّبَیْر ورأی رجُلاً رافعا یدیہ یدعو قبل ان یفرغ من صلاتہ فَلَمَّا فرغ منھا قال لہ اَنَّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَمْ یَکُنْ یَرفع یدیہ حتی یفرغ عَنْ صلاتہ،

(اعلاء السنن ج ۳، ص/ ۲۰۲، بحوالہ ابن ابی شیبہ وقال رجالہ ثقات)

''محمد بن یحیی اسلمی نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر ﷛ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک شخص کو نماز ختم کرنے سے پہلے ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھا، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اس شخص سے کہا آنحضرت ﷺ (دعا کے لئے) ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے جب تک نماز سے فارغ نہ ہو جاتے۔''

عَنْ انس ﷛ عن النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انّہٗ قال مَا مِنْ عَبْدٍ بسط کفّیہ فی دُبُرِ کُلِّ صلوٰۃٍ ثُمَّ یَقُوْلُ "اَللّٰھُمَّ اِلٰھِیْ وَاِلٰہَ ابراھیم وَ اسحٰق وَیعقوبَ وَاِلٰہَ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکائیل وَ اسرافیلَ اَسْئَلُکَ اَنْ تَسْتَجِیْبَ دَعْوَتِیْ فَاِنِّیْ مُضْطرٌ وتعصمنِیْ فِیْ دِیْنِیْ فَاِنِّیْ مُبْتَلیً وَتَنَالَنِیْ بِرَحْمَتِکَ فَاِنِّیْ مُذْنِبٌ وَتَنفِیَ عَنِّیَ الْفَقْرَ فَاِنِّیْ مُتَمَسْکِنٌ اِلَّا کَانَ حقا عَلَی اللّٰہِ اَلَّا یَرُدَّ یَدَیْہِ خَائِبَتَیْنِ.

(عمل الیوم واللیلۃ: ص/ ۴۹، لابن سُنّی)

''حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ اپنے ہاتھ ہر نماز کے بعد پھیلاتا ہے اور پھر یہ دعا کرتا ہے۔ ''اے اللہ! جو میرا الٰہ ہے، اور ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا الٰہ ہے اور جبرائیل، مکائیل، اسرافیل علیہم السلام کا الٰہ ہے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری دعا قبول فرمالے، کیونکہ میں مجبور و پریشان ہوں اور میری حفاظت فرما اور میرے دین میں کہ میں آزمائش میں ڈالا ہوا ہوں، اور مجھے اپنی رحمت سے نواز کہ میں گنہگار

ہوں، اور مجھ سے فقر دور کردے کہ میں مسکنت والا ہوں۔"

جو شخص ایسی دعا کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے دونوں ہاتھوں کو ناکام نہیں لوٹائے گا۔

عنَ الْاَسْوَدِ الْعَامِرِیّ عن ابیه قال صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم الْفَجْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ انْصَرَفَ و رفع یَدَیْهِ وَدَعَا. (اعلاء السنن ج/۳،ص/۲۰۷، بحواله ابن ابی شیبه رفعُ الایدی فی الدّعاء. (بخاری.ج/۲،ص/۹۳۸)

"حضرت اسود عامریؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو پیچھے پلٹے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔"

آخری دو روایات اگرچہ باعتبار سند کے ضعیف ہیں، لیکن پہلی چار روایتیں اس کی مؤید ہیں جو صحیح اور حسن ہیں۔ ویسے بھی ضعیف روایت استحباب ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

نوٹ:۔ نماز کے بعد اور دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت اور مستحب ہے۔ اگر کوئی ایسا نہ کرے تو اس پر کوئی ملامت نہیں۔

تسبیح کا استعمال

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرح متین کہ آجکل جو تسبیحات یعنی دانے جو دھاگے میں پروئے ہوتے ہیں، یعنی یہ تسبیحات ہاتھ میں رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ کیونکہ ایک عالم سے سنا گیا ہے کہ یہ مروجہ تسبیحات ہاتھ میں رکھنا بدعت ہے اور دوسرا اس میں ریاء کا شبہ ہے اور اس میں ثواب بھی کم ملتا ہے اور ان تسبیحات کے دانوں کی

بجائے انگلیوں پر ذکر کرنے سے ثواب بھی زیادہ ملتا ہے، بدعت سے انسان بچ جاتا ہے، ریاکاری سے بھی انسان بچ جاتا ہے اور یہی انگلیاں قیامت کے دن انسان پر گواہی بھی دیں گی تو کیا دھاگے میں پروئے ہوئے دانے ہاتھ میں رکھ کر اس پر ذکر کرنا بہتر ہے یا انگلیوں پر؟ اور کیا اس عالم کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

تسبیح ہاتھ میں رکھنا جائز ہے بدعت نہیں ہے، بشرطیکہ اس سے مقصد ریا نہ ہو لیکن اس کے مقابلے میں انگلیوں پر گننا بہتر ہے، حدیث شریف میں اس کی فضیلت آئی ہے اور اس میں ریاء کا شبہ بھی نہیں ہے۔

فی سنن ابی داؤد عن یسیرة أخبرتها أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أمرهن أن یراعین بالتکبیر والتقدیس والتهلیل وأن یعقدن بالأنامل فإنهن مسئولات مستنطقات.

فی المنهل العذب المورود(۸:۱۴ ۱۰) فیه الحث علی الذکر والترغیب فی عده علی الانامل لتشهد له یوم القیمة ولتعود برکة الذکر الیها و ان العد علیها اولی من عده علی المسبحه.

وفی الدر: ۱/ ۶۵۲ (فرع) لابأس باتخاذ السبحة لغیر ریاء کما بسط فی البحر وفی الشامیة ودلیل الجواز ما رواه ابوداؤد و الترمذی عن سعد بن أبی وقاص انه دخل مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم علی امرأة وبین یدیها نوی أو حصاً تسبح به فقال اخبرک بما

هو أيسر عليك من هذا أو أفضل ؟ فقال. سبحان الله
عدد ما خلق في السماء فلم ينهها عن ذاك ، وانما
راشدها الى ما هو ايسر وافضل ولو كن مكروها لَبَيّن
لها ذلك، ولا يزيد السبحة على مضمون هذا
الحديث الايضمّ النوى في خيط ومثل ذلك لايظهر
تاثيره في المنع فلا جرم ان نقل اتخاذها والعمل بها عن
جماعة من الصوفية الاخيار وغيرها اللهمّ الا اذا ترتب
عليه رياء وسمعة فلا كلام لنا فيه.

وعن ابن عمرو قال: رأيت النبى صلى الله عليه وسلم
يعقد التسبيح (رواه ابوداؤد والترمذى: ۱۷۸/۲)

الترمذى: عن صفية قالت:" دخل عليَّ رسول الله
صلى الله عليه و سلم وبين يدى أربعة آلاف نواة أسبح
بهنّ، فقال ما هذا يا بنت حيىّ، قلت اسبح بهنّ ، قال قد
سبّحت صدقمت على راسک اکثر من هذا قلت علّمنى
يا رسول الله! قال قولى سبحان الله عدد ما خلق من شئ.

واخرج ابن سعد عن حكيم بن الديلمى ان سعد بن ابى
وقاص كان يسبح بالحصى.

حالتِ نماز میں جمائی کو نہ روکنا

نماز کی حالت میں جمائی کو روکنا چاہئے یہ نماز کے آداب میں سے ہے۔
حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جب تم میں سے کسی کو

نماز کی حالت میں جمائی آجائے تو اپنے ہاتھ کو منہ پر رکھو کیونکہ شیطان جمائی کے ساتھ اس میں داخل ہوتا ہے۔

عن أبي سعيد الخدري قال قال النبي صلى الله عليه وسلم إذا تثائب أحدكم في الصلاة فليضع يده على فيه فإن الشيطان يدخل مع التثاؤب. (مسند احمد)

قرآن پاک کو چومنا

سوال:۔قرآن شریف پڑھتے وقت رحل پر جھک کر قرآن شریف کو چومنا یعنی بوسہ دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

قرآن شریف کو چومنا برکت اور تعظیم کی غرض سے درست ہے لیکن اٹھ کر چومنا چاہئے، رحل پر رکھے ہوئے جھک کر نہیں چومنا چاہئے۔

روى عن عمر رضى الله تعالى عنه أنه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبّله، ويقول: عهد ربي، ومنشور ربي عزوجل وكان عثمان رضى الله تعالى عنه يقبل المصحف و يمسحه على وجهه.

(درمختار هامش ردالمحتار، فتاوى محموديه)

تقبیل قرآن کریم

سوال:۔قرآن مجید کو بوسہ دینا اور بوسہ لے کر ماتھے یا آنکھوں پر رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

قرآن مجید کو بوسہ دینا اور آنکھوں سے لگانا اور ماتھے سے لگانا درست ہے، جیسا

کہ درمختار میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حالتِ نماز میں دائیں بائیں جھکا رہنا

نماز میں سیدھا کھڑا رہنا چاہئے، دائیں بائیں جھکا رہنا خلاف سنت ہے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو تم سے زیادہ جانتا ہوں، آپ ﷺ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو سیدھے کھڑے ہوتے۔

عن أبی حمید الساعدی قال سمعته وهو فی عشرة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه و سلم احدهم أبوقتادة بن ربعی قال أنا أعلمكم بصلاة رسول الله صلى الله عليه و سلم. كان إذا قام فی الصلاة اعتدل قائماً. (سنن ابن ماجہ: ج/۳، ص/۹۹)

نیز یک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو اسے اطمینان کے ساتھ کھڑا رہنا چاہئے۔ یہود کی طرح ادھر ادھر نہ جھکے۔

(تفسیر آلوسی ج/۱۳، ص/۱۵۸)

فوت شدہ نمازوں کی قضا کا حکم

اگر فرائض فوت ہو جائیں تو تندرست آدمی کے لئے ان کی قضا کرنی ضروری ہے۔ اور اگر بیمار یا فوت ہونے کا خطرہ ہے تو وصیت کرنی ضروری ہوگی، تا کہ اس کی وراثت میں سے ورثاء فدیہ ادا کریں، یا اپنی طرف سے تبرع کریں، بہرحال فوت شدہ نمازوں کی قضاء ضروری ہے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

مَنْ نَّام عن صلوة أونسيها فَلْيُصل اذا ذكره.

(رواہ مسلم۔ ج/۱، ص/۲۳۸)

''جو شخص نماز سے سو گیا یا بھول گیا تو اس کو اس وقت نماز پڑھنی چاہئے جب اسے یاد آجائے۔''

فرض نمازوں کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ وتر کو بھی اسی حکم میں شمار کرتے ہیں کیونکہ وتر امام صاحب کے نزدیک واجب ہیں، اور وتر عملاً فرض کے درجہ میں ہی ہوتا ہے، اگر رہ جائے تو اس کی قضاء لازم ہوگی، اور دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ وتر سنن اور نوافل کے درجے میں ہے اگر رہ جائے تو اس کی قضاء نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر فوت شدہ نمازیں پانچ سے کم ہوں تو پھر ان میں اور وقتی نمازوں میں ترتیب کو ملحوظ رکھنا بھی فرض ہے، یعنی پہلے فوت شدہ نمازیں پڑھیں اور پھر وقتی نمازیں۔ (ہدایہ ج/۱، ص/۱۰۲)

عن جابر ﷺ (فی حدیث) فتوضأ رسول الله صلى الله عليه وسلم وتوضأنا فصلى رسول الله صلى الله عليه و سلم العصر بعد ما غربت الشمس ثم فصلّينا بعدها المغرب.

(بخاری: ج/۲، ص/۵۹۰)

''حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ پھر آنحضرت ﷺ نے وضوء کیا اور عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی اور ہم نے بھی، اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، اور ہم نے بھی۔''

عن ابن مسعود ﷺ إن المشركين شغلوا رسول الله صلى الله عليه و سلم عن أربع صلوات يوم الخندق حتى ذهب من الليل ما شاء الله فامر بلالا فأذن ثم أقام فصلى الظهر ثم أقام فصلى العصر ثم أقام فصلى

المغرب ثم أقام فصلّى العشاء. (ترمذی ص/۴۳)

''حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ کہتے ہیں کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو خندق کی لڑائی کے دن چار نمازوں سے مشغول کر دیا یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گذر گیا پھر حضور ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا، انہوں نے اذان پڑھی پھر ظہر کی نماز پڑھی پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز پڑھی پھر اقامت کہی تو مغرب کی نماز پڑھی، اور اس کے بعد پھر عشاء کی نماز پڑھی۔''

عن ابن عمر قال : إذا نسى أحدكم صلاته فلم يذكرها إلا وهو مع الإمام فليصل مع الإمام فإذا فرغ من صلاته فليصل الصلاة التى نسى ثم ليعد صلاته التى صلى مع الإمام. (دارقطنی: ج/۱، ص/۴۲۱)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز بھول جائے اور اس کو یاد نہ آئے مگر ایسی حالت میں کہ وہ امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے، وہ امام کے ساتھ نماز پڑھ لے اور فارغ ہونے کے بعد پہلے بھولی ہوئی نماز پڑھے، اور پھر اس نماز کو دوبارہ لوٹائے جو امام کے ساتھ پڑھی ہے۔''

اسی طرح امام زہریؒ اور ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے کہ اگر عصر کی نماز پڑھتے ہوئے یاد آیا کہ ظہر نہیں پڑھی تو ظہر پڑھے پھر عصر دوبارہ پڑھے۔ بشرطیکہ وقت میں وسعت اور گنجائش ہو۔ (طحاوی ج/۱، ص/۲۷۰)

مسئلہ:۔ اگر فوت شدہ نمازیں پانچ سے زیادہ ہوں تو پھر ترتیب کو ملحوظ رکھنا ضروری

نہیں ہے۔ اگر زیادہ نمازیں فوت ہوگئی تھیں اور پھر قضاء کرتے کرتے پانچ یا اس سے کم رہ گئیں تو پھر بھی ترتیب کو ملحوظ رکھنا لازم ہوگا، ترتیب پھر لوٹ آئی ہے۔ اگر وقتی نماز کا وقت تنگ ہو جائے اور فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھنا ممکن نہ ہو تو پھر وقتی نماز کو پہلے پڑھے پھر اس کے بعد فوت شدہ کو قضا کرے، بکثرت نمازیں فوت ہونے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ (ہدایہ: ج ۱/ ص ۱۰۳)

صاحب شرح نقایہؒ لکھتے ہیں۔

لِاَنَّ الْاِشْغَال بالْفوآئتِ الْکَثِیْرَۃِ یُوْدِّیْ اِلٰی تَفوِیْتِ الْوَقْتِیَۃِ

(شرح نقایہ: ج/۱، ص/۱۱۰)

''بہت سی فوت شدہ نمازوں کی قضا میں مشغول ہونے سے وقتی نماز فوت ہو جائے گی۔''

علامہ حلبیؒ لکھتے ہیں۔

وَ اَمَّا الْکَثْرَۃُ فَلاَنَّ الْحَرَجَ مَدْفُوْعٌ بِالْکِتَابِ وَعَلَیْہِ الْاِجْمَاعُ اَیْضًا(اِلٰی اَنْ قَالَ) وَرُبَمَ اَفْضَی الْاِشْتِغَالُ بِالتَّرْتِیْبِ حِیْنَئِذٍ اِلٰی تَفوِیْتِ الْوَقْتِیۃِ وَھُوَ حَرَامٌ. (کبیری. ص/۵۳۰)

''مگر فوت شدہ نمازوں کی کثرت اس لئے ترتیب کو ساقط کر دیتی ہے کہ اگر ان کو وقتی نماز سے پہلے پڑھیں تو اس میں حرج ہے اور حرج کتاب اللہ سے مدفوع ہے علاوہ ازیں اس کے مسقط ترتیب ہونے پر اجماع بھی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بہت سی فوت شدہ نمازوں کو اگر ترتیب کے ساتھ ادا کریں۔ تو وقتی نماز فوت ہو جائے اور یہ حرام ہے۔''

مسئلہ:۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر کسی شخص نے فجر کی نماز پڑھی اور

اس کو یاد تھا کہ وتر اُس نے نہیں پڑھے، تو اس کی نماز فاسد ہوگی، پہلے وتر پڑھے اور پھر فجر کی نماز پڑھے۔ (ہدایہ:ج ۱/ص ۱۰۴)

مسئلہ:۔ فوت شدہ نمازوں کے پانچ سے زیادہ ہونے یا وقت کی تنگی یا نسیان کی صورت میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ (ہدایہ ج ۱/ص ۱۰۲)

عن ابن المسيب في رجل نسي صلاة حتى دخل وقت الأخرى فخشي إن صلى الصلاة الأولى تفوته هذه قال يصلي هذه الصلاة التي يخشى فوتها ولم يصيع مرتين.

(مصنف عبدالرزاق: ج/۲، ص/۳)

''حضرت سعید بن المسیبؒ اس شخص کے بارے میں کہتے ہیں جو نماز بھول گیا یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو گیا اگر وہ پہلی نماز کو پڑھے تو یہ نماز اس کی فوت ہو جائے گی، وہ اس وقتی نماز کو پڑھے۔ جس کے فوت ہونے کا خدشہ ہے، دومرتبہ نماز ضائع نہ کرے۔ یعنی ایک تو پہلے ہی قضا ہو گئی اب دوسری کو قضا نہ کرے۔''

مسئلہ:۔ اگر نسیان یا تنگیٔ وقت کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو گئی تھی، وقتی نماز پڑھنے کے بعد یاد آ گیا اور وقت میں وسعت تھی تو ترتیب عود کر آئے گی، پہلے قضاء شدہ نماز پڑھے پھر وقتی نماز پڑھے۔

علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں۔

فِیْ النَّھْرِ وَالسِّرَاجِ عَنِ الدِّرَایَةِ لَوْ سَقَطَ لِلنِّسْیَانِ وَالضِّیْقِ ثُمَّ تَذَکَّرَ اَو اتَّسَعَ الْوَقْتُ یَعُوْدُ اِتِّفَاقًا.

(درمختار: ج/۱، ص/۱۰۱)

"نھر اور سراج نے بحوالہ درایہ نقل کیا ہے کہ اگر ترتیب نسیان یا تنگی وقت کے سبب ساقط ہوئی تھی پھر یاد آیا اور وقت میں وسعت تھی کہ بھولی ہوئی نماز اور وقتی کو پڑھ سکے تو بالاتفاق ترتیب عود کر آئیگی۔"

مسئلہ:۔ اگر فوت شدہ نمازیں زیادہ ہوں، تو فوت شدہ نمازوں کی نیت اس طرح کریگا کہ سب سے پہلی ظہر و عصر وغیرہ جو میرے ذمہ ہے، اس کو پڑھتا ہوں، یا آخری فجر یا ظہر وغیرہ میرے ذمہ ہے اس کو پڑھتا ہوں۔

مسئلہ:۔ کسی بے نمازی نے توبہ کی، تو جتنی نمازیں عمر بھر میں بلوغت کے بعد سے قضاء ہوئی ہیں، سب کی قضاء پڑھنی واجب ہے، توبہ سے معاف نہیں ہوتیں، البتہ نہ پڑھنے سے جو گناہ ہوا تھا وہ توبہ سے معاف ہو گیا، ان کی قضاء پڑھنی پڑے گی۔

نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی اقتداء درست نہیں

کوئی نفل نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے پیچھے فرض نماز کی اقتدار درست نہیں۔ اگر کسی نے فرض کی اقتداء کی تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: امام ضامن ہوتا اور مؤذن امانت دار ہوتا ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الإمام صامن والمؤذن مؤتمن.

تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں۔ کیونکہ کوئی چیز اپنے سے زیادہ قوی چیز کو متضمن نہیں ہوتی ہے۔

(دیکھئے درس ترمذی، ج/۱،ص/۴۷۴)

قرآن مجید خلافِ ترتیب پڑھنے پر صحابی کا نکیر فرمانا

نماز میں خلاف ترتیب قراءت کرنا مکروہ ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ فلاں آدمی الٹا قرآن پڑھ رہا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کا دل الٹا ہے۔

وقد روينا عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انه قيل له ان فلانا يقرأ القرآن منكوسا قال ذلك منكوس القلب.

(شعب الایمان للبیهقی: ج/۵،ص/۳۲۴)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قراءت خلاف ترتیب پڑھنا ناجائز ہے، اس سے بچنا چاہئے۔

نماز میں بے وضو ہونا

مسئلہ:۔ اگر کسی نماز پڑھنے والے کو نماز کی حالت میں حدث لاحق ہو جائے، یعنی اگر نماز کے اندر ہی بے وضو ہو جائے (اکثر یہ غیر اختیاری بات ہوتی ہے) تو ایسے شخص کو بلا توقف فوراً ہی وضو کر کے پہلی نماز پر ہی اپنی نماز کی بنا کرنی چاہئے، خواہ یہ بات تشہد کے بعد ہی واقع ہوئی ہو۔ (ہدایہ: ج/۱،ص/۸۲)

عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه و سلم من أصابه قيء أو رعاف أو قلس أو مذى فلينصرف فليتوضأ . ثم ليبن على صلاته وهو فى ذلك لا يتكلم. (ابن ماجه: ص/۸۵، وبمعناه مصنف عبدالرزاق ج/۲،ص/۳۴۱، عن ابن جريج عن ابيه مرسلاً

''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو قے لاحق ہو جائے یا نکسیر پھوٹ جائے یا مذی خارج ہو جائے تو اس شخص کو پلٹ کر دوبارہ وضوء کرنا چاہئے۔ اور پھر پہلی نماز پر بنا کر لے اگر اس نے کوئی کلام نہیں کیا۔''

عَنْ علی رضی اللہ عنہ قال اذا وجد احدکم فی بطنه رزاً اوقیئاً او رعافاً فینصرف فلیتوضا ثم لیبن علی صلاته مالم یتکلم.

(مصنف ابن ابی شیبه ج/۲۸، ص/۱۹۵) ورجال هذا السند علی شرط الصحیح الجوهر النقی مع البیهقی. ج/۱، ص/۲۵۶)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے پیٹ میں گڑبڑ پائے (یعنی ہوا خارج ہو) یا اس کو قے ہوئے یا نکسیر پھوٹ جائے تو اس کو پلٹ کر وضو کرنا چاہئے اور پہلی نماز پر بنا کر لے اگر اس نے کوئی کلام نہیں کیا۔''

عن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه تعالی عنهما أنه كان يفتی الرجل إذا رعف فی الصلاة أو ذرعه قیء أو وجد مذيا أن ينصرف فيتوضأ ثم يتم ما بقی من صلاته ما لم يتكلم. (مصنف عبدالرزاق: ج/۲، ص/۳۴۰)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فتویٰ دیا کرتے تھے کہ جب کسی کو نماز میں نکسیر پھوٹ جائے، یا قے لاحق ہو جائے یا مذی خارج ہو تو وہ پلٹ کر وضوء کر کے باقی نماز پوری کرے جب تک کہ اس نے کلام نہ کیا ہو۔''

علامہ ماردینیؒ لکھتے ہیں:۔

وفی الاستذکار لابن عبدالبر بنآء الراعف علی ما صلّی ما لم یتکلم ثبت عن عمرؓ وعلیؓ وابن عمر وروی عن ابی بکر ولا مخالف لھم من الصحابۃ إلّا المسور وحدہٗ وروی البناء ایضاً عن جماعۃ الناس بالحجاز والعراق والشام ولا اعلم فی ذلک بینھم اختلافاً إلّا الحسن. (الجوھر النقی علی البیھقی ج۲، ص۲۵۷)

''امام ابن عبدالبرؒ نے کتاب الاستذکار میں لکھا ہے نکسیر والے شخص کا پہلی نماز پر بنا کرنا جب تک کہ وہ کلام نہ کرے، یہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے اور اسی طرح حضرت ابوبکرؓ سے بھی مروی ہے۔ اور اس سلسلہ میں صحابہؓ میں سے کوئی بھی اس کا مخالف نہیں، ماسوا اکیلے حضرت مسورؓ کے اور اسی طرح اس نماز پر بنا، ایک جماعت سے منقول ہے۔ حجاز، عراق اور شام والوں میں سے اور ان کا سوائے حضرت حسن بصریؒ کے کوئی بھی مخالف نہیں۔''

اسی طرح حضرت سلمان فارسیؓ، امام طاؤس، سالم بن عبداللہؒ، ابراہیم نخعی مکحول سعید بن میسب، قتادہؒ سے منقول ہے کہ ایسا شخص بنا کرسکتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج۲، ص۱۹۵، ۱۹۶)

مسئلہ:۔ فقہائے کرام کہتے ہیں کہ نئے سرے سے نماز پڑھنا ہی افضل ہے، لیکن بنا کرنا جائز ہے۔ (ہدایہ: ج۱، ص۸۲)

قال ابوحنیفة واحبُّ ان یتکلم ویعید الصلاة ولایبنی وان بنیٰ اجزاهُ. (کتاب الحجة: ج/۱، ص/۷۰)

''حضرت امام ابوحنیفہؒ نے کہا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ وہ کلام کر لے، اور نماز کو دوبارہ پڑھے بنا نہ کرے، لیکن اگر اس نے بناء کر لی تو نماز جائز ہوگی۔''

عن علی بن طلق قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا فسا أحدکم فی الصلاة فلینصرف فلیتوضأ ولیعد الصلاة. (ابوداؤد: ج/۱، ص/۷۰)

''حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی نماز کی حالت میں ہوا خارج ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ واپس ہٹ کر وضو کرے اور نماز کو دوبارہ پڑھے۔''

عن ابراهیمؒ قال: یجزیه والاستیناف احبُّ اِلیَّ. (کتاب الحجة: ج/۱، ص/۷۰)

''حضرت ابراہیمؒ بھی یہی کہتے ہیں کہ بنا کر لے تو جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے۔''

مسئلہ:۔ اگر امام کا نماز کے دوران وضوء ٹوٹ جائے تو ناک پر ہاتھ رکھ کر نکل جائے۔

عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها عن النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم قال إذا صلی احدکم فاحدث فلیمسک علی أنفه ثم لینصرف. (ابن ماجه: ص/۸۵)

"ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں بے وضوء ہو جائے، تو اپنی ناک کو پکڑ کر (تاکہ لوگوں کی وجہ سے اس کو شرم محسوس نہ ہو) نماز سے پھر جائے۔"

مسئلہ:۔ امام کو اگر ایسی حالت میں حدث لاحق ہو تو وہ اپنا نائب (خلیفہ) مقرر کر دے۔ (ہدایہ، ج ۱/ص ۸۲)

نماز کے بعد اجتماعی دعا مانگنا

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا کرنے کا جو طریقہ رائج ہے، یہ درست ہے، اس کو بدعت کہنا صحیح نہیں۔ محققین علماء اور فقہاءِ دار العلوم دیو بند کی یہی تحقیق ہے، اسی پر ان کا عمل ہے، اس موضوع پر ان حضرات کے مدلل فتاویٰ اور تحقیقی رسائل موجود ہیں۔ مثلاً حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ "**استحباب الدعوات عقیب الصلوۃ**" ہے اور ایک رسالہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا "**النفائس المرغوبة فی حکم الدعاء بعد المکتوبة**" ہے۔

ان تمام اکابرِ فقہاء کرامؒ نے احادیثِ طیبہ اور چاروں اماموں کی معتبر کتابوں کے حوالوں سے فرائض کے بعد کی جانے والی دعا کو نہ صرف جائز بلکہ سنتِ مستحبہ قرار دیا ہے۔

اور ان اکابرؒ نے ان رسائل میں ایسی واضح واضح احادیثِ طیبہ جمع فرمائی ہیں، جن سے امام، مقتدی اور منفرد سب کے واسطے فرض نماز کے بعد دعا کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے اور جب ان سب کے لئے یہ دعا سنت ہے تو فرائض کے بعد امام اور مقتدی

جب اس سنت پر عمل کرتے ہوئے دعا کریں گے تو ضمناً خود بخود اجتماع ہو جائے گا، لیکن یہ اجتماع ایک ضمنی چیز ہے اور جائز ہے اس کے لئے الگ سے صریح اور مستقل ثبوت کا طالب ہونا اور ثبوت نہ ملنے پر اس کو بدعت قرار دینا درست نہیں بلکہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرائض کے بعد ہونے والی اجتماعی دعا کے بارے میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے، جس کا نام "**التحفة المرغوبة فی فضیلة الدعاء بعد المکتوبة**" ہے اس میں مخدوم صاحبؒ نے اس اجتماعی دعا کے بدعت قرار دینے والوں کو مفصل جواب دیا ہے۔

چنانچہ اس رسالہ کا اقتباس ملاحظہ ہو:۔

قلت فثبت بجميع ما ذكرنا فی هذين الفصلين من الأحاديث النبوية والروايات الفقهية ان الدّعا بعد المكتوبة سنة فان قيل قد ذكر الشيخ عبدالحق الدهلوی رحمة الله فی شرحه علی الصراط المستقيم ما لفظه. اما اين دعا كه ائمة مساجد بعد از سلام نماز ميكنند ومقتديان آمين آمين ميگويند چنانكه الان در ديار عرب وعجم متعارف است از عادت پيغمبر صلی الله عليه وسلم نبود ودرين باب هيچ حديثی ثابت نشده وبدعتی است مستحسن اه. فما الجواب عنه؟ قلت الجواب عنه علی وجوه الوجه الأول انه قال العلامة فتح محمد بن الشيخ عيسی شيطاری صاحب مفتاح الصلاة فی كتابة المسمی بفتوح الأوراد ما

حاصه ان الشيخ عبدالحق انما حكم بكونه بدعة لانه
لم يطلع على الأحاديث المروية فى الصحاح الستة
وغيرها الواردة فى الأدعية المأثورة بعد الصلوة انتهى.
ولهذا قال "درين باب هيچ حديثى وارد نشده"
الوجه الثانى أنه اى الشيخ عبدالحق ان اراد ان اصل
الدعاء بعد الصلاة بدعة فلاريب ، ان قوله غير صحيح
لكونه مردوداً بجميع ما ذكرنا فى هذين الفصلين من
الأحاديث النبوية والرايات الفقهية الدالة على سنية
الدعاء بعد المكتوبة.
الوجه الثالث أنه اى الشيخ عبدالحق ان أراد ان الدعاء
بعد الصلاة بهذه الكيفية المخصوصة من رفع اليدين
وقول آمين آمين من المقتدين بدعة فهو غير صحيح
أيضا لان رفع اليدين من سنن الدعاء أيضا وقول آمين
امين من السامعين من سنن الدعاء أيضا وان كانت هذه
الامور سنناً مستحبة لامؤكدة والأمر المركب من
السنن المأثورة لايصح القول بكونه بدعة أما كونه رفع
اليدين سنة الدعاء فثابت بالاحاديث النبوية والروايات
الفقهية أما الأحاديث فمنها ما أخرجه أبوداؤد عن خلاد
بن السائب عن أبيه او عن السائب بن يزيد عن أبيه قال
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دعا رفع يديه
ومسح وجهه بيديه. (رواه الطبرانى فى معجمه الكبير)

و أما كون مسح الوجه باليدين بعدا لفراغ من الدعاء سنة الدعاء فثابت أيضاً بالاحاديث والروايات الفقهية أما الأحاديث فمنها ما قدمنا أنفا فى احاديث رفع اليدين من رواية أبى داؤد والطبرانى.

ومنها ما أخرجه الترمذى عن عمر بن الخطاب رضى الله عليه وسلم و اذا رفع يديه فى الدعاء لم يردّها حتى يمسح بهما وجهه.

ومنها ما أخرجه ابن ماجه عن ابن عباس رضى لله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا فرغت من الدّعاء فامسح بيديک وجهک.

و أما الروايات الفقهية: فهى اكثر من ان تحصى قد ذكرنا فى هده الرسالة سابقا ولاحقا شيئا منها نقلاعن نور الايضاح وشرح امداد الفتاح ومواهب الرحمن وشرحه البرهان والعقائد السنية ومنهج العمال وغيرهما .وأما كون قول المقتدين: آمين آمين سنة الدعاء فثابت ايضا بالأحاديث والروايات الفقهية.

أما الاحاديث فمنها ما قال الجزرى فى حصنه أن من آداب الدعاء تأمين المستمع. رواه البخارى ومسلم وابوداؤد والنسائى.

ومن آدابه مسح وجهه بيديه بعد فراغ الدعاء رواه أبوداؤد والترمذى وابن ماجه وابن حبان فى صحيحه

والحاكم في مستدركه.

و منها ان الله سبحانه وتعالىٰ لما أمر موسى وهارون عليهما السلام بالدعاء جعل موسى يدعو وجعل هارون يقول آمين. آمين فاجاب الله تعالى دعائهما كما بينه الله تعالىٰ في القرآن العظيم يقول: قال قد أجيبت دعوتكما، كما في كتب التفاسير.

وأما الروايات الفقهية: فمنها ما ذكرنا سابقا عن نور الايضاح وشرحه امدادالفتاح وغيرهما ومنها غير ذلك.

خلاصہ یہ کہ فرائض کے بعد اجتماعی دعا کے تمام اجزاء یعنی نفس دعا اور دونوں ہاتھ اٹھانا، آمین کہنا اور ختم دعا پر دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیرنا، سب احادیث طیبہ سے ثابت ہیں، لہٰذا اس کے مجموعہ کو بدعت کہنا درست نہیں ہے۔

البتہ یہ دعا آہستہ اور چپکے چپکے مانگنا افضل ہے کیونکہ قرآن وسنت میں اس کی زیادہ ترغیب دی گئی ہے اور اگر کبھی کبھی امام بلند آواز سے دعا کرے اور مقتدی اس پر آمین کہیں تو تعلیماً یہ بھی جائز ہے لیکن واضح رہے کہ فرائض کے بعد کی مذکورہ دعا کا درجہ تفصیلِ بالا کی روشنی میں بہت سے بہت سنتِ مستحبہ ہے لہٰذا اس دعا کو اس کے اسی درجہ میں رکھتے ہوئے کرنا چاہئے۔

بعض لوگ اس دعا کو فرض وواجب کی طرح ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اسی درجہ میں اس پر عمل کرتے ہیں۔ سو یہ واجب الترک ہے، اسی طرح بعض لوگ اس کا التزام کرتے ہیں کہ امام اور مقتدی سب مل کر ہی دعا کریں، ابتداء بھی ساتھ ہو اور انتہا بھی ساتھ ہو جیسا کہ بعض مساجد میں دیکھا جاتا ہے کہ امام کی دعا کے شروع میں مؤذن

زور سے الحمد لله رب العالمين پڑھتا ہے اور جب امام دعا ختم کرتا ہے تو برحمتک یا ارحم الراحمین پکار کر کہتا ہے اس کو ترک کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس التزام کا نتیجہ یہ ہے مقتدی حضرات امام کی دعا کا انتظار کرتے رہتے ہیں، کوئی مقتدی امام کی دعا سے پہلے اپنی دعا نہیں کرسکتا، ورنہ لوگ اس پر طعن کرتے ہیں اور اس کے اس عمل کو معیوب سمجھتے ہیں، حالانکہ اوپر لکھا جاچکا ہے کہ اس دعا میں اجتماع اصل مقصود نہیں بلکہ وہ ایک ضمنی چیز ہے لہذا تابع کو اصل دعا کے درجہ سے آگے بڑھانا بھی درست نہیں، جتنی دیر چاہے امام دعا کرے اور جتنی دیر چاہے مقتدی دعا مانگے، دونوں ایک دوسرے کے تابع نہیں ہیں، مقتدی کو اختیار ہے کہ اپنی مختصر دعا مانگ کر چلا جائے اور چاہے امام کے ساتھ دعا ختم کرے اور چاہے امام کی دعا سے زیادہ دیر تک دعا کرتا رہے، ہر طرح جائز ہے اور ہر طرح فرائض کے بعد کی یہ سنت مستحبہ ادا ہوجاتی ہے۔

(۲) درس قرآن یا درس حدیث یا وعظ وتبلیغ کے موقعہ پر اجتماعی طور پر دعا کرنا بلاشبہ جائز ہے اور حدیث ذیل اور صحابی کے عمل سے ایسی اجتماعی دعا کرنا صراحت کے ساتھ ثابت ہے اور تعامل امت بھی اس کے جائز ہونے کی مستقل دلیل ہے، لہذا اس کو بدعت قرار دینا درست نہیں ہے۔

مجمع الزوائد میں ایک مستقل باب اس موضوع سے متعلق ہے، ذیل میں اس کو نقل کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو

باب التأمين على الدعاء: عن أبي هريرة عن حبيب بن مسلمة الفهري وكان مستجابا انه امر على جيش فدرب الدروب فلما لقي العدو قال للناس، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لايجتمع ملأ

فیدعوا بعضهم ویؤمن سائرهم الاأجابهم اللّٰہ ثم انه
حمد الله واثنى عليه وقال اللهم احقن دمائنا واجعل
اجورنا اجور الشهداء فبيناهم على ذلک اذ نزل
الهبناط أمير العدو فدخل على حبيب سرادقه. رواى
الطبرانى وقال الهبناط بالرومية صاحب الجيش ورحاله
رجال الصيح غير ابن لهيعة وهو حسن الحديث

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهيثمي :ج/۱۰، ۱۷۰)

اور مسلم شریف کی حدیث ذیل بھی اجتماعی ذکر کے بعد اجتماعی دعاء اور استغفار کے بارے میں ہے:

وفی روایة مسلم قال ان للّٰہ ملائکة سیّارة فضلا یبتغون
مجالس الذكر فاذا وجدوا مجلسا فيه ذكر قعدوا معهم
وحف بعضهم بعضا باجنحتهم حتى يملؤا ما بينهم وبين
السّما الدنيا فاذا تفرقوا عرجوا حتى يملوا ما بينهم
وبين السّماء الدنيا فاذا تفرقوا عرجوا صعدوا الى
السمآء قال فيسالهم اللّٰـه وهو اعلم من أين جئتم
فيقولون جئنا من عند عبادک فی الارض يسبحونک
ويكبرونک ويهللونک ويحمدونک ويسئلونک
قال وماذا يسئالونی قالوا يسئلونک جنتک قال وهل
رأو اجنتی قالوا لا ای رب قال وكيف لو رأوا جنتی
(وفی رواية للبخاری .فيقولون لو أنهم رأوها كانوا أشد
عليها حرصًا وأشد لها طلبًا وأعظم فيها رغبة) قالوا

ویستجیرونک قال ومما یستجیرونی قالوا من نارک قال وهل رأوا ناری قالوا لا قال فکیف لو رأو ناری قالوا یستغفرونک قال فیقول قد غفرت لهم فاعطیتهم ما سألوا و اجرتهم مما استجاروا قال یقولون رب فیهم فلان عبد خطّاء و انما مرّ فجلس معهم قال فیقول وله غفرت هم القوم لایشقی بهم جلیسهم.

(مشکوۃ: ج/۱، ص/۱۹۷)

(۳) حدیث مذکور میں یہ حصہ "فلما سلم انحرف ورفع یدیه ودعا" کے بارے میں جامعہ دارالعلوم کراچی کے درجہ تخصص فی الفقہ کے فاضل مولوی عبدالمالک سلمہ نے تحقیق کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں "رفع یدیه ودعا" کے الفاظ ثابت نہیں ہیں، ذیل میں ان کی تحقیق نقل کرتا ہوں:

عن الأسود العامری عن ابیه قال: صلیت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فلما سلم انحرف رفع یدیه ودعا. کذا هذا الحدیث العلامة محمد بن الزبید فی رسالته سنیة رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوات المکتوبة لمن شاء: ص/ ۲۰۲، المطبوعة فی آخر. "المعجم الصغیر" لطبرانی معزیالمصنف ابن ابی شیبه وتبعه فی مسلک السادات الی سبیل الدعوات وتلخیصه المطبوع فی اخر الجزء الاول من امداد الفتاوی ونقل الحدیث کذالک العلامة البنوری فی معارف السنن : ج/۳،ص/ ۱۲۳، والعلامة العثمانی فی اعلاء السنن

اعتمادا على ابن الزبيدى وغيره ولكن الحديث مذكور فى الموضعين من مصنف ابن ابى شيبة.

الاوّل: كتاب الصلوٰة: باب من كان يستحب اذا سلم ان يقوم أو ينحرف.

الثانى: كتاب الرد على ابن أبى حنيفة ليس فى أحد الموضعين زيادة "رفع يديه ودعا" وانما الحديث الى قوله "فلما سلم انحرف" راجع المصنف لابن أبى شيبة :ج/، ص/۳۰۲، من طبعة ادارة القرآن ج/۲،ص/۱۸۲ من طبعة الدار السلفية بومبائى.

وأخرج هذا الحديث الامام أبوداؤد فى سننه: ج/۱،ص/۱۶۷، كتاب الصلوٰة، أبواب الامامة باب الامام ينحرف بعد التسليم، والترمذى فى جامعه: ج/۱،ص/۲۲۷، أبواب الصلوة باب ماجاء فى الجماعة فى مسجد قد صلى فيه، والنسائى فى السنن الكبرى: ج/۱،ص/۳۹۶، باب الانحراف بعد التسليم ، وفى المجتبى أيضا: ج/۳،ص/۲۷، كتاب الصلوة، باب الانحراف بعد التسليم ومن طريقة ابن حزم فى المحلى: ح/۴، ص/۲۶۱، كلهم من طريق جابر بن يزيد بن الأسود عن أبيه يزيد بن الاسود العامرى ﷺ وليس فى حديث أحد منهم زيادة "و رفع يديه ودعا" وبهذا ظهر ان الخطا فى نقل الحديث فى موضعين الاوّل فى قولهم: ان الحديث لأبى الاسود العامرى. والصواب.

انه ليزيد بن الاسود العامری، والثانی فی زيادة هم جملة" رفع يديه ودعا" والصواب حذفها. والله عزوجل أعلم بالصواب انتهى.

البتہ حضرت امام طبرانیؒ نے المعجم الکبیر میں اور علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد (۱۰/۱۶۹) میں اور علامہ سیوطیؒ نے اپنا رسالہ "فض الوعاء فی أحاديث رفع اليدين فی الدعاء" میں (ص/۸۶) حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ کی درج ذیل روایت ذکر فرمائی ہے۔

عن محمد بن يحيى الأسلمی قال: رأيت عبد الله بن الزبير و رأى رجلا رافعا يديه، يدعو قبل ان يفرغ من صلاته، فلما فرغ منها قال: " ان رسول الله ﷺ لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته" رجاله ثقات.

قال الهيثمی فی مجمع الزوائد(۱۰/۱۶۹) رواه الطبرانی وترجم له فقال محمد بن ابی يحيى الأسلمی عن عبد الله بن الزبير. ورجاله ثقات.(فض الوعاء:ص/۸۶)

"حضرت محمد بن یحییٰ سلمیؒ فرماتے ہیں، میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ کو دیکھا اور انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھائے دعا کررہا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ نے اس سے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب تک نماز سے فارغ نہ ہوتے تھے اس وقت تک (دعا کے لئے) ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے (لہٰذا تم بھی ایسا ہی کیا کرو)۔"

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے اور فرض نماز کے

بعد کی جانے والی دعا میں ہاتھ اٹھانے پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہے نیز مطلق دعا میں ہاتھ اٹھانا صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے اور اس کلیہ میں فرائض کے بعد کی دعا بھی شامل ہے اس لئے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بلاشبہ درست ہے۔ واللہ اعلم

بچوں کے لئے علیحدہ صف قائم کرنا

بچوں کو الگ صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنی چاہئے اور ان کی صف بڑوں کی صف کے پیچھے ہونے چاہئے۔

عن أبی مالک الأشعری قال : ألا أحدثكم بصلاة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال أقام الصلاة وصف الرجال وصف خلفهم الغلمان ثم صلی بهم فذكر صلاته. رواه ابو داود (مشكوة المصابيح)

''حضرت ابو مالک اشعریؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ کیا میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی نماز کی کیفیت سے آگاہ نہ کروں۔ تو سنو کہ آنحضرت ﷺ نے نماز کے لئے لوگوں کو کھڑا کر کے اول مردوں کی صف قائم کی، پھر ان کے پیچھے لڑکوں کی صف باندھی اور انہیں نماز پڑھائی۔''

بچوں کی تین قسمیں

بڑوں کی صف بندی کے متعلق مسائل تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، اور کچھ بچوں کے بھی، البتہ بچوں کے بعض مسائل ایسے ہیں جن میں آج کل مسجدوں میں غلفت اور کوتاہی عام پائی جاتی ہے، ان کی اصلاح کے لئے ذیل میں نہایت سادہ اور

سہل انداز میں ان کوتاہیوں کے دور کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، انشاء اللہ یہ اضافہ مفید ہوگا۔

بچوں کی تین قسمیں

بچوں کی پہلی قسم وہ ہے جو ابھی معصوم اور چھوٹے ہیں جن کو مسجد کا شعور ہی نہیں، نہ ان کو مسجد کے آداب کا علم ہے، نہ ان کو نماز کی خبر ہے، اور نہ ان کو یہ علم ہے کہ یہ مسجد اللہ کی عبادت کی جگہ ہے اور ان بچوں سے یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ مسجد میں پیشاب کردیں، یا مسجد میں کھیلیں، کودیں اور اس کی بے حرمتی کریں، جیسے پانچ چھ سال کی عمر تک کے بچے ہوتے ہیں، ایسے بچوں کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ ان کو مسجد میں لانا جائز نہیں اور ماں باپ کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسے بچے مسجد میں نہ لائیں۔ اور اگر ایسے بچے مسجد میں لائیں گے اور وہ آکر مسجد کی بے حرمتی کریں گے تو ماں باپ گناہ گار ہوں گے، اس لئے کہ وہ بچے خود تو معصوم ہیں۔ مسجد کی انتظامیہ بھی ایسے بچوں کو مسجد میں آنے سے روک سکتی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ شریعت میں ہر چیز کی حد مقرر ہے۔ اور ان حدود ہی کا نام دین ہے، اور ان حدود کی ہم سب کو پابندی کرنی چاہئے۔

ایسے بچوں کو مسجد میں نہ لانا بہتر ہے

بچوں کی دوسری قسم وہ ہے جو ان سے ذرا بڑے ہوتے ہیں، جو سات سال سے ۱۱ سال تک کی عمر کے ہوتے ہیں، ایسے بچے مسجد کو مسجد سمجھتے ہیں۔ اس کا تھوڑا بہت احترام بھی کرتے ہیں۔ لیکن ابھی پوری سمجھ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کا پورا احترام بجا لانے سے قاصر ہوتے ہیں۔ ایسے بچوں کو مسجد میں لانا جائز ہے، لیکن نہ لانا بہتر ہے۔

ایسے بچوں کو مسجد میں لانا چاہئے

بچوں کی تیسری قسم وہ ہے جو بالغ ہونے کے قریب ہیں۔ جن کی عمر ۱۲ سال سے ۱۴ سال تک کی ہوتی ہے۔ البتہ ۱۵ سال کی عمر کا بچہ شرعاً بالغ سمجھا جاتا ہے، چاہے اس کے اندر بالغ ہونے کی علامات ظاہر ہوں یا نہ ہوں، ایسے بچوں کے بارے میں حکم یہ ہے کہ ان کو مسجد میں لانا چاہئے، تاکہ ان کے اندر نماز با جماعت ادا کرنے کی عادت پڑ جائے۔ کیونکہ بالغ ہوتے ہی ان پر نماز فرض ہو جائے گی۔ اور مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہو جائے گا۔ اگر ہم نے پہلے سے ان کو نماز با جماعت کا عادی نہیں بنایا تو بالغ ہونے کے بعد عادت پڑنے میں وقت لگے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ نمازیں بھی قضاء کریں گے اور جماعت بھی چھوڑیں گے۔ لہٰذا جب بچہ بالغ ہونے کے قریب ہو جائے تو اس کو مسجد میں لانا شروع کردیں۔ اور گھر میں اس کو بتاتے رہیں کہ مسجد کا احترام کرنا چاہئے۔ وہاں جا کر نمازیں پڑھتے ہیں۔ ذکر اور تسبیح کرتے ہیں۔ وہاں شور وشغب نہیں کرتے۔ ایسے بچوں کو مسجد کی جماعت میں بھی شامل کریں۔

بچوں کی صف مردوں کے بعد

اور جب مردوں کی صفیں مکمل ہو جائیں تو اس کے بعد ان بچوں کی صفیں بنائیں۔ یہی سنت طریقہ ہے، اور نماز شروع ہونے کے بعد جو لوگ آئیں وہ ان بچوں ہی کی صفوں میں دائیں اور بائیں شامل ہو جائیں۔

بچوں کو ان کی صف سے پیچھے کرنا جائز نہیں

لیکن بعض لوگ اس موقع پر ایک غلطی کرتے ہیں، وہ یہ کہ نماز شروع ہونے کے

بعد جب وہ لوگ مسجد میں آتے ہیں اور صف میں شامل ہوتے ہیں۔ اور بچوں کو صف میں کھڑا دیکھتے ہیں تو ان کا طرز عمل یہ ہوتا ہے کہ وہ بچوں کو پیچھے کر دیتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص آیا اور بچے کو صف میں کھڑا دیکھ کر اس نے بچے کو کان سے پکڑ کر پیچھے کی صف میں کھڑا کر دیا، اور اگر بچے کچھ ضد کرتے ہیں تو اس کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر پچھلی صف میں کھڑا کر دیتے ہیں، اکثر مساجد میں آپ کو یہ تماشہ نظر آئے گا۔ اب جو شخص بھی آ رہا ہے وہ یہ عمل کر رہا ہے۔ فرض کریں کہ اگر بچہ جماعت کھڑی ہوتے وقت پہلی صف میں تھا تو سلام کے وقت وہ آخری صف میں پہنچ جاتا ہے، اس لئے کہ ہمارے یہاں عموماً جماعت کھڑی ہوتے وقت نمازی تھوڑے ہوتے ہیں۔ اور اکثریت بعد میں آنے والوں کی ہوتی ہے۔ اب جو بھی بعد میں آتا ہے وہ بچوں کو پچھلی صف میں دھکیل دیتا ہے اور خود اس کی جگہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور ذہنوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ بچوں کے برابر میں کھڑے ہونے سے نماز نہیں ہوتی۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ذہن کو اس سے بالکل صاف کر لینا چاہئے، شرعی حکم یہ ہے کہ آپ بچوں کے برابر میں کھڑے ہو جائیں۔ چاہئے بچہ اگلی صف میں ہو یا پچھلی صف میں ہو۔ دائیں طرف کھڑا ہو یا بائیں طرف ہو۔ اس کی وجہ سے بالغان کی نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔

ایک اور مسئلہ

ایک بات یہ یاد رکھئے کہ بچوں کی نماز سچ مچ نماز ہے۔ اگرچہ وہ بالغ نہیں ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی نماز چاہے فرض نہ ہو، لیکن وہ نفل نماز ضرور ہے۔ اور جس طرح ہماری نفل نماز ہے، اسی طرح بچوں کی نفل نماز ہے۔ اور جس طرح ہمیں کوئی شخص اگلی صف سے پچھلی صف میں کھینچ کر نہیں لاتا۔ اور اگر کوئی یہ حرکت کرے تو ہم

لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے، اسی طرح بچوں کو بھی اگلی صف سے کھینچ کر پچھلی صف میں نہیں لانا چاہئے۔ اسی وجہ سے حضرات فقہاء کرامؒ نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر صف پوری ہو چکی ہو اور اس کے بعد ایک شخص آیا اور اس نے دیکھا کہ اگلی صف مکمل ہو چکی ہے تو وہ اگلی صف سے ایک شخص کو پکڑ کر پچھلی صف میں لائے پھر دونوں مل کر پچھلی صف میں کھڑے ہو جائیں۔ لیکن ساتھ ہی حضرات فقہاء کرامؒ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب اس شخص کو یہ مسئلہ معلوم ہو جس کو آپ پیچھے کھینچ رہے ہیں۔ اور جب آپ اس کو کھینچیں گے تو وہ آرام سے پیچھے آجائے گا، اور اگر اندازہ یہ ہے کہ وہ شخص پیچھے آنے کے بجائے لڑنے کے لئے تیار ہو جائے گا تو اس صورت میں اکیلے ہی پچھلی صف میں کھڑے ہو جائیں اور دوسروں کی نماز خراب نہ کریں۔

بعد میں آنے والے پیچھے صف بنائیں

بہر حال جس طرح ہم اپنے لئے اس بات کو ناقابلِ گوارہ سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص ہمیں کھینچ کر پیچھے کرے۔ تو پھر یہ بچے کیسے گوارہ کرلیں گے کہ ان کو پیچھے کیا جائے۔ لہٰذا جب بچہ اپنی صحیح جگہ پر کھڑا ہوا ہے تو اس کو اس کی جگہ سے ہٹانا جائز نہیں، اور بعد میں آنے والے جو نمازی ہوں، ان کو چاہئے کہ بچوں کے دائیں اور بائیں کھڑے ہو جائیں۔ اور جب وہ بچوں والی صف پوری ہو جائے تو باقی لوگ اپنی صف بچوں کے پیچھے بنائیں۔ اس لئے کہ یہ بعد میں آنے والے خود تاخیر سے آئے۔ اور اب مجبوراً ان کو پیچھے کھڑا ہونا پڑا۔ اب بچوں کو پیچھے ہٹانا اور خود ان کی جگہ پر کھڑے ہو جانا بالکل درست نہیں۔ گناہ کی بات ہے۔ اور اس عمل کے ذریعہ ہم ان کی نماز فاسد کرتے

ہیں۔ جس کا عذاب اور وبال ہماری گردن پر ہوگا۔

بچوں کو مردوں کی صفوں میں کھڑا کرنا

دوسری صورت یہ ہے کہ جو بچے مسجد میں نماز پڑھنے آرہے ہیں اگر وہ غیر تربیت یافتہ ہیں۔ اور ہم نے ان کی کوئی تربیت نہیں کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگرچہ وہ بالغ ہونے کے قریب ہیں، لیکن مسجد میں بھاگتے دوڑتے رہتے ہیں، کھیل کود کرتے ہیں۔ مسجد میں باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے غیر تربیت یافتہ بچے جب مسجد میں آئیں تو اگر ان سب بچوں کو ایک ساتھ کھڑا کیا جائے گا تو سب آپس میں شرارتیں کریں گے۔ اور ایک دوسرے کو نماز میں دھکے دیں گے۔ جس کی وجہ سے ان مردوں کی بھی نماز فاسد ہوسکتی ہے جو ان کے دائیں بائیں کھڑے ہوں گے۔ لہٰذا ایسے بچوں کے بارے میں حکم یہ ہے کہ ان کی علیحدہ صف نہ بنائی جائے، بلکہ ان کو بالغان کی صفوں میں متفرق طور پر کھڑا کر دیا جائے۔ کسی کو دائیں طرف اور کسی کو بائیں طرف، تاکہ نہ تو ان بچوں کی نماز خراب ہو اور نہ مردوں کی نماز خراب ہو۔ اور اگر ایک دو بچے ہوں تو ان کو مردوں کی صف میں کھڑا کر دینا بلاکراہت جائز ہے۔ لہٰذا ہمارے ذہنوں میں جو یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ اگر بچے مردوں کی صفوں میں شامل ہوں تو مردوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، یہ تصور غلط ہے، اس کی اصلاح کر لینی چاہئے۔

بچوں کو بے جا ڈانٹنا درست نہیں

اسی سلسلے کی ایک اور بات ہے، وہ یہ کہ بچے بہر حال بچے ہوتے ہیں۔ آپ ان کو کتنا بھی سمجھا لیں، بچے، بچے ہی رہیں گے۔ وہ بڑے ابا نہیں بنیں گے، اور شرارت کرنا ان کی فطرت ہے، لہٰذا جب وہ مسجد میں آئیں گے تو کچھ نہ کچھ شرارت ان سے

ہوہی جائے گی۔ لیکن اس وقت ہم بچے کے ساتھ بہت نازیبا طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ جب وہ مسجد میں کوئی شرارت کرتے ہیں تو ہم ان کو بری طرح ڈانٹ دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ ایسی گرجدار آواز سے ڈانٹتے ہیں کہ جس سے بچے کے پیشاب خطا ہونے کا ڈر ہونے لگتا ہے۔ اور پھر بچے کو اس طرح مسجد سے نکال دیتے ہیں جس طرح کسی کتے کو بھگایا کرتے ہیں۔ یہ بہت بدتمیزی کی بات ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منّا.

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور شفقت نہ کرے، اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے، وہ ہم سے نہیں ہے۔ یعنی ایسا شخص میرے طریقے پر اور میری سنت پر قائم نہیں ہے۔ کیا حضور اقدس ﷺ نے کبھی کسی بچے کو ڈانٹا تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے بچپن کے دس سال حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں گزارے، ان کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کو آپ کی خدمت کے لئے آپ کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس دس سال کے عرصے میں حضور اقدس ﷺ نے مجھے ایک مرتبہ بھی نہیں ڈانٹا، اور نہ کبھی آپ نے یہ پوچھا کہ یہ کام کیوں کیا؟ اور فلاں کام کیوں نہیں کیا؟

حضور ﷺ کا بچوں کے ساتھ طرزِ عمل

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"حضور اقدس ﷺ نے ایک روز کسی کام کے لئے بھیجا، میں نے کہا خدا کی قسم میں نہیں جاؤں گا اور دل میں یہ بات تھی کہ حضور ﷺ نے

جس کام کے لئے حکم فرمایا ہے، ضرور جاؤں گا، غرض یہ کہ میں چل دیا، بازار میں مجھے بچے کھیلتے ہوئے ملے (میں انہیں دیکھنے لگا حضور میرا انتظار فرما کر وہاں تشریف لائے) اچانک میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ پیچھے سے میری گدی پکڑے ہوئے ہیں، میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے اور فرمایا انیس! جہاں جانے کے لئے میں نے تم سے کہا تھا، تم وہاں گئے، میں نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول! جا رہا ہوں۔" (مسلم)

حالانکہ یہ غصہ کرنے کا موقع تھا کہ بھائی! ہم نے تمہیں کام کے لئے بھیجا اور تم کھیل میں لگ گئے؟ لیکن رحمۃ للعالمین جناب رسول اللہ ﷺ کی شفقت اور رحمت کا یہ عالم تھا کہ اس موقع پر بھی آپ نے مسکرا کر صرف اتنا فرمایا کہ بھائی تمہیں ہم نے جس کام کے لئے بھیجا تھا۔ وہاں گئے؟ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا۔ حضورِ اقدس ﷺ کی سنت تو یہ ہے۔

بچوں کے ساتھ شفقت کا معاملہ کریں

اور ہمارا طرزِ عمل یہ ہے کہ ہم مسجد میں دوسروں کے بچوں کو اس طرح ڈانٹتے ہیں کہ اپنے بچوں کو بھی اس طرح نہیں ڈانٹتے۔ بچوں کے ساتھ یہ بے رحمی کا معاملہ کرنا کیا حضور اقدس ﷺ کی سنت ہے؟ جب یہ آپ کی سنت نہیں ہے اور ہم مسلمان ہیں اور آپ کے امتی ہیں تو ہمارے لئے حضور اقدس ﷺ کا طریقہ ہی قابلِ عمل ہونا چاہئے۔ اور ایک بات یہ بھی ہے جو شخص غصے میں بچوں کو ڈانٹتا ہے اس کا کبھی پائیدار اثر نہیں ہوتا۔ اس وقت وقتی طور پر بچے سہم جائیں گے، لیکن بچے وہ عمل دوبارہ کریں گے۔

لیکن اگر آپ پیار سے ان کو سمجھائیں گے کہ بیٹا! مسجد میں خاموش رہتے ہیں، شرارت نہیں کرتے ہیں۔ اس کا ادب کرتے ہیں۔ تو وہ بچے آپ کی بھی عزت کریں گے اور انشاء اللہ دوبارہ وہ شرارت نہیں کریں گے۔ لہٰذا جب آپ اس بچے کی عزت کریں گے، اس کا احترام کریں گے تو وہی بچہ بڑا ہو کر آپ کی خدمت کرے گا، بشرطیکہ آپ نے اس کے ساتھ شفقت کا معاملہ کیا ہو۔ لیکن اگر آج آپ اس کو اس طرح ڈانٹ دیں گے تو کل وہ آپ کی طرف رخ بھی نہیں کرے گا۔ لہٰذا جب ہم مسجد میں آنے والے بچوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کریں گے تو بچے ضرور بات قبول کریں گے اور ان کے دل میں آپ کی بات اترے گی۔ اور اگر اس طرح ان کے ساتھ نازیبا برتاؤ کریں گے تو ہم گناہ گار بھی ہوں گے اور بچوں کی بھی اصلاح نہیں ہوگی۔

سجدہ کی حالت میں ہتھیلی کی انگلیوں کو مٹھی بنا کر رکھنا

عن أبی حمید الساعدی قال : فی نفر من أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : انا أحفظکم بصلاۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رأیتہ إذا کبر جعل یدیہ حذاء منکبیہ وإذا رکع أمکن یدیہ من رکبتیہ ثم ھصر ظھرہ فإذا رفع رأسہ استوی حتی یعود کل فقار مکانہ فإذا سجد وضع یدیہ غیر مفترش ولا قابضھما واستقبل بأطراف أصابع رجلیہ القبلۃ فإذا جلس فی الرکعتین جلس علی رجلہ الیسری ونصب الیمنی وإذا جلس فی الرکعۃ الآخرۃ قدم رجلہ الیسری ونصب

الأخری وقعد علی مقعدته . رواہ البخاری

"حضرت ابوحمید ساعدی ﷺ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے آقائے نامدار ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت میں فرمایا کہ میں رسول ﷺ کے طریقۂ نماز کو تم میں سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ تکبیر کہتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھاتے تھے اور جب رکوع میں جاتے تھے تو اپنے دونوں زانوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑتے تھے اور اپنی پیٹھ جھکا دیتے تھے۔ (تاکہ گردن کے برابر ہو جائے) اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ سارے جوڑ اپنی اپنی جگہ پر آ جاتے تھے اور انہیں نہ پھیلاتے تھے اور نہ (پہلو کی طرف) بیٹھتے تھے اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف سامنے رکھتے تھے اور جب دو رکعتیں پڑھنے کے بعد بیٹھتے تھے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے تھے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے تھے اور جب آخری رکعت پڑھ کر بیٹھتے تھے تو بائیں پاؤں کو آگے نکال دیتے اور دوسرے (یعنی دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے کولہے پر بیٹھ جاتے تھے)۔"

سجدہ میں زمین پر ہاتھ رکھنے کا جو طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ کی حالت میں انگلیاں اور ہتھیلیاں زمین پر پھیلا دینی چاہئیں اور پہنچے اٹھے ہوئے اور پہلو اس طرح الگ رکھنے چاہئیں کہ اگر بکری کا بچہ چاہے تو نیچے سے گذر جائے۔

اس حدیث میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے کہ قومہ سے سجدہ میں جانے کے وقت زمین پر پہلے زانو رکھے جائیں یا ہاتھ تو اس سلسلہ میں صحیح مسئلہ یہ ہے کہ

درست تو دونوں طریقے ہیں، لیکن اکثر ائمہ کے نزدیک افضل اور مختار یہی ہے کہ زمین پر پہلے زانو رکھا جائے۔

نماز میں ہونٹ بند رکھنا

حضرت ابوہریرۃ ﷺ راوی ہیں کہ سرورکائنات ﷺ نے نماز میں سدل کرنے اور مرد کو منہ ڈھانکنے سے فرمایا۔

عن أبی هريرة ﷺ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن السدل فی الصلاة وأن يغطى الرجل فاه. (ابوداؤد)

فقہاء کرام نے منہ ڈھانکنے کے ممنوع ہونے کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اس طرح قراءت اچھی طرح نہیں ہوتی۔ (دیکھئے مظاہر حق ج۱ ص۵۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہونٹ بند رکھنا بھی ممنوع ہے کیونکہ ہونٹ بند رکھنے کی صورت میں قراءت نہیں ہوسکتی۔ جب قراءت نہیں ہوئی تو نماز نہیں ہوگی۔ اس لئے نماز میں ہونٹ بند رکھنا ناجائز ہے۔

اگلی صف سے کھینچ کر ساتھ میں کھڑا کرنا

اگر کوئی شخص نماز میں ایسے وقت پہنچے جبکہ صف بھر چکی ہو تو پیچھے کھڑے ہوتے وقت ایسے شخص کو چاہئے کہ کسی اور شخص کے آنے کا انتظار کرے اگر رکوع تک کوئی نہ آئے تو اگلی صف سے کسی شخص کو کھینچ کر اپنے ساتھ کھڑا کرے اور اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے البتہ اگر اس میں ایذاء کا اندیشہ ہو یا لوگ جاہل ہوں اور اس عمل سے کسی فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں تنہا کھڑے ہوکر نماز پڑھنا جائز ہے اور نماز بہرحال ہوجائے گی اور کسی قسم کی کراہت بھی نہ ہوگی، البتہ ان احکام کی رعایت نہ کرنے کی

صورت میں کراہت یقیناً ہوگی۔

عن مقاتل بن حيان رفعه قال قال النبي صلى الله عليه وسلم : إن جاء رجل فلم يجد أحدا فليختلج إليه رجلا من الصف فليقم معه فما أعظم أجر المختلج.

(السنن الکبریٰ للبیهقی: ج/۳،ص/۱۰۵)

عورتوں کا جہری نمازوں میں سری قراءت کرنا

عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے اس لئے وہ اکیلی نماز پڑھا کریں گی، اور جہری نمازوں میں جہر یعنی بلند آواز سے پڑھنا یہ امام کے ذمہ واجب ہے۔ اکیلا نماز پڑھنے والے پر نہیں، اس لئے عورتوں پر جہری نمازوں میں بھی آہستہ پڑھنا لازم ہوگا۔ نیز بعض فقہاء کرام کے نزدیک عورت کی آواز عورت ہے، جہر سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ جہر سے نہ پڑھے، البتہ جو نمازیں جہر سے پڑھ چکی ہیں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (فتاوی محمودیہ ج/۶،ص/۱۳۵)

وصوتها ليس بعورة على الراجح ومقابله ما في النوازل نغمة المرء ة عورة. (ردالمحتار ج/۱،ص/۴۰۶، سعید)

پاؤں کی انگلیوں کے ذریعہ صف درست کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اپنی صفوں کو درست رکھو میں پشت کی جانب سے بھی تمہیں دیکھتا ہوں پھر اس کے بعد ہم میں سے ہر ایک اپنے کندھے کو اپنے ساتھ والے کے کندھے کے ساتھ اور اپنے قدم کو اپنے ساتھ والے کے قدم سے متصل کرتے۔

وان احدنا یلزق کعبہ بکعب صاحبہ و رکبتہ برکبتہ و منکبہ بمنکبہ. (مسند احمد ص ۲۷۶ ج ۳)

''اور ہم میں سے ہر ایک اپنے ٹخنہ کو اپنے ساتھ والے کے ٹخنہ کے ساتھ اور اپنے گھٹنے کو اپنے ساتھ والے کے گھٹنے کے ساتھ اور اپنے کندھے کو اپنے ساتھ والے کے کندھے کے ساتھ ملاتے تھے۔''

گردن کو گردن کے برابر میں رکھو

عن انس ﷺ بن مالک عن رسول اللّٰہ ﷺ قال رصوا صفوفکم و قاربوا بینھا و حاذوا بالاعناق فوی الذی نفسی بیدہ انی لاری الشیطان یدحل من خلل الصف کانھا الحذف. (سنن ابی داؤد ص ۹۷ ج ۱)

''حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اپنی صفوں کو خوب ملاؤ اور قریب قریب کھڑے ہو اور گردنیں ایک دوسرے کے برابر کے رخ پر رکھو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صفوں کے درمیان داخل ہوتا ہے گویا وہ بھیڑ کا بچہ ہے۔''

ان سب روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ صف سیدھی ہو اور درمیان میں فاصلہ نہ ہو، قریب قریب کھڑے ہوں ایک دوسرے کے ساتھ متصل و پیوست کھڑے ہوں تاکہ درمیان میں خلا نہ رہے۔ جیسے کہ ابو ہریرہ ﷺ کی روایت میں ہے:

عن ابی ھریرۃ ﷺ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ توسطوا الامام وسدو الخلل.

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا امام کو بیچ میں کھڑا کرو اور رخنہ پُر کرو۔''

جہری نماز کی طلوع آفتاب کے بعد قضا کرتے وقت سری قراءت کرنا

وعن أبی ہریرة ﷺ قال : إن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم حین قفل من غزوة خیبر سار لیله حتی إذا أدركه الكرى عرس وقال لبلال : اكلأُ لنا الليل . فصلی بلال ما قدر له ونام رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وأصحابه فلما تقارب الفجر استند بلال إلی راحلته موجه الفجر فعبت بلالا عيناه وهو مستند إلی راحلته فلم يستيقظ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ولا بلال ولا أحد من أصحابه حتی ضربتهم الشمس فكان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أوّلهم استيقاظا ففزع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال : أی بلال فقال بلال أخذ بنفسی الذی أخذ بنفسک قال : اقتادوا فاقتادوا رواحلهم شيئًا ثم توضأ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وأمر بلالا و اقام الصلاة فصلی بهم الصبح فلما قضی الصلاة قال: من نسی الصلاة فليصلها إذا ذكرها فإن اللّٰه قال أقم الصلاة لذكری. رواه مسلم

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ''سرور کائنات ﷺ جب غزوہ خیبر سے واپس ہوئے تو رات بھر سفر کرتے رہے یہاں تک کہ

(جب) آپ ﷺ پر غنودگی طاری ہونے لگے تو آپ ﷺ آرام کرنے کے لئے آخری رات میں ایک جگہ اتر گئے اور حضرت بلال ؓ سے فرمایا کہ تم ہمارا خیال رکھنا (یعنی صبح ہو جائے تو ہمیں جگا دینا) یہ فرما کر آنحضرت ﷺ اور صحابہ ؓ تو سوگئے اور حضرت بلال ؓ نے (تہجد کی) نماز جس قدر ہوسکی پڑھی۔ جب صبح صادق ہونے کو ہوئی تو حضرت بلال ؓ اپنے کجاوہ سے تکیہ لگا کر فجر (مشرق) کی جانب منہ کر کے بیٹھ گئے (تاکہ صبح صادق ہو جائے تو آنحضرت ﷺ کو جگا دیں) حضرت بلال ؓ کجاوہ سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ (اتفاق سے) ان کو بھی نیند آگئی (چنانچہ صبح صادق کے وقت) آنحضرت ﷺ، حضرت بلال ؓ اور صحابہ ؓ میں سے کوئی بھی بیدار نہ ہوا، یہاں تک کہ جب ان کے اوپر دھوپ آگئی (اور اس کی گرمی پہنچی) تو سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کی آنکھ کھلی اور آپ ﷺ نے گھبرا کر فرمایا کہ ''بلال ؓ یہ کیا ہوا... ؟حضرت بلال ؓ (بھی گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور انہوں) نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بھی اس چیز نے پکڑ لیا۔ جس نے آپ ﷺ کو پکڑ لیا تھا (یعنی نیند نے) آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہاں سے روانہ ہو جاؤ!'' چنانچہ سب لوگ تھوڑی دور تک اپنی اپنی سواریاں لے کر چلے، پھر آنحضرت ﷺ نے وضو کیا اور حضرت بلال ؓ کو تکبیر کہنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے نماز کے لئے تکبیر کہی اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ ؓ کو صبح کی نماز پڑھائی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوگئے تو فرمایا: ''جو شخص (نیند

وغیرہ کی بناء پر) نماز پڑھنی بھول جائے تو یاد آتے ہی فوراً اسے پڑھ لے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ" یعنی میرے یاد کرنے کے وقت نماز پڑھ لو۔" (مسلم)

توضیح

خیبر مدینہ سے تقریباً سو میل کے فاصلہ پر ہے، بنو نضیر کے یہودی جب مدینہ سے اجڑے تو خیبر جا بسے اور پھر خیبر یہودیوں کی سازشوں کا اڈا اور مرکز بن گیا۔ لہٰذا اسلام کی حفاظت کی خاطر اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ ان کے اس شر انگیز ٹھان کو توڑ دیا جائے چنانچہ ۷ ہجری میں تقریباً سولہ سو مسلمان مجاہدین کا لشکر سرکار دو عالم ﷺ کی قیادت میں خیبر روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا گیا۔ یہ محاصرہ تقریباً دس روز تک جاری رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اور خیبر کے تمام قلعوں پر قبضہ ہو گیا۔ اس غزوہ کی کامیابی کی سہرا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سر رہا اور انہیں "فاتح خیبر" کے عظیم لقب سے نوازا گیا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اسلامی لشکر کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں دیا تھا۔ اور یہی اسلامی لشکر کو کمانڈ کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ایک خاص بہادری یہ ظاہر کرائی کہ خیبر کا پھاٹک جو ستر آدمیوں سے بھی نہیں اٹھتا تھا انہوں نے تنہا اسے اکھاڑ پھینکا۔ جب خیبر فتح ہو گیا تو مسلمانوں اور وہاں کے یہودیوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جس کی دو خاص دفعات یہ تھیں۔

(۱) جب تک مسلمان چاہیں گے یہودیوں کو خیبر میں رہنے دیں گے اور جب نکالنا چاہیں گے تو ان کو خیبر سے نکلنا ہوگا۔

(۲) پیداوار کا ایک حصہ مسلمانوں کو دیا جائے گا۔

بہر حال حدیث میں مذکورہ واقعہ اسی غزوہ سے واپسی کے وقت پیش آیا تھا۔

اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طلوعِ آفتاب کے بعد جب آنکھ کھل گئی تھی تو اسی جگہ آنحضرت ﷺ نے قضا نماز کیوں نہ پڑھی؟ اور صحابہ ؓ کو وہاں سے روانہ ہونے کا حکم دینے کا سبب کیا تھا؟ چنانچہ اس سلسلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ حنفی علماء جن کے نزدیک طلوعِ آفتاب کے وقت قضا نماز پڑھنا منع ہے، فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس جگہ سے کوچ کرنے کا حکم اس وجہ سے دیا تھا تاکہ آفتاب بلند ہو جائے اور نماز کے لئے وقتِ مکروہ نکل جائے۔

شافعی علماء جن کے ہاں طلوعِ آفتاب کے وقت قضاء پڑھنی جائز ہے، کہتے ہیں کہ آپ ﷺ وہاں سے قضا نماز پڑھے بغیر فوراً اس لئے روانہ ہوئے کہ وہ جگہ شیاطین کا مسکن تھی جیسا کہ دوسری روایتوں میں اس کی تصریح موجود ہے، چنانچہ مسلمؒ ہی کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ

> ''دھوپ پھیل جانے پر آنحضرت ﷺ نے یہ حکم دیا کہ ہر شخص اپنی سواری کی عیاں پکڑ لے (اور روانہ ہو جائے) اس لئے کہ اس جگہ ہمارے پاس شیطان آ گیا ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال ؓ کو صرف تکبیر کہنے کا حکم دیا، اذان کے لئے نہیں فرمایا۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قضاء نماز کے لئے اذان دینا ضروری نہیں ہے جیسا کہ قولِ جدید کے مطابق حضرت امام شافعیؒ کا مسلک یہی ہے، لیکن شافعی علماء کے نزدیک قولِ قدیم کے مطابق صحیح مسلک یہی ہے کہ قضاء نماز کے لئے

بھی اذان کہنی چاہئے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت نماز کے لئے اذان کہی گئی تھی، چنانچہ ہدایہ میں مذکور ہے کہ ''آنحضرت ﷺ نے لیلۃ التعریس (یعنی مذکورہ رات) کی صبح کو نمازِ فجر کی قضا اذان وتکبیر کے ساتھ پڑھی تھی۔

شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں مسلمؒ اور ابوداؤدؒ کی کئی حدیثیں نقل کی ہیں، اور فرمایا ہے کہ مسلمؒ کی اس روایت میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال ؓ کو تکبیر کہنے کا حکم دیا، چنانچہ انہوں نے تکبیر کہی' غیر مرادف نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے بارہ میں صحیح طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ نے اس وقت اذان وتکبیر کے ساتھ نماز پڑھی، لہٰذا اس روایت میں فَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ کے معنی یہ ہیں کہ:

''چنانچہ انہوں نے نماز کے لئے اذان کے بعد کہی۔''

یہاں ایک ہلکا سا خلجان اور پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ

''میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل بیدار رہتا ہے۔''

تو دل کے جاگتے رہنے کے باوجود اس کی کیا وجہ تھی کہ صبح صادق طلوع ہو جانے پر آپ ﷺ مطلع نہیں ہوئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آفتاب کے طلوع وغروب کو دیکھنا آنکھوں کا کام ہے، دل کا کام نہیں ہے۔ لہٰذا دل کی بیداری کے باوجود صبح صادق کے طلوع ہو جانے پر آپ ﷺ اس لئے مطلع نہیں ہوئے کہ آپ ﷺ کی آنکھیں سو رہی تھیں۔

اور اگر کوئی یہ سوال کر بیٹھے کہ ''آپ ﷺ کو کشف یا وحی کے ذریعہ اطلاع کیوں نہ دی گئی؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف تھا، دوسرے اس

میں یہ حکمت بھی تھی کہ اس طریقہ سے امت کو قضا کے احکام معلوم ہو گئے۔

نماز کفر وایمان کے درمیان امتیازی علامت ہے

عَنْ جَابِرٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ. (رواہ مسلم)

''حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا
کہ بندہ کے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔

توضیح

مطلب یہ ہے کہ نماز دین اسلام کا ایسا شعار ہے، اور حقیقت ایمان سے اس کا ایسا گہرا تعلق ہے کہ اس کو چھوڑ دینے کے بعد آدمی گویا کفر کی سرحد میں پہنچ ہو جاتا ہے۔

عن بریدة قال : قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم العھد الذی بیننا وبینھم ترکُ الصلٰوۃ فمن ترکھا فقد کفر. (رواہ احمد)

''حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ہمارے اور اسلام قبول کرنے والے عام لوگوں کے درمیان نماز کا عہد ومیثاق ہے۔ (یعنی ہر اسلام لانے والے سے ہم نماز کا عہد لیتے ہیں جو ایمان کی خاص نشانی اور اسلام کا شعار ہے) پس جو کوئی نماز چھوڑ دے تو گویا اُس نے اسلام کی راہ چھوڑ کے کافرانہ طریقہ اختیار کرلیا۔''

عن أبی الدرداء قال أوصانی خلیلی صلی اللّٰہ علیہ

وسلم أن لا تشرک باللّٰہ شیٔا وإن قطعت وحرقت ولا تترک صلاۃ مکتوبۃ معتمدا فمن ترکھا متعمدا فقد برئت منہ الذمۃ . ولا تشرب الخمر فإنھا مفتاح کل شر . (رواہ ابن ماجہ)

''حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ میرے خلیل ومحبوب ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ اللہ کے ساتھ کبھی کسی چیز کو شریک نہ کرنا، اگرچہ تمہارے ٹکڑے کردیئے جائیں اور تمہیں آگ میں بھون دیا جائے اور خبردار کبھی بالا رادہ نماز نہ چھوڑنا، کیونکہ جس نے دیدہ دانستہ اور عمداً نماز چھوڑ دی تو اس کے بارے میں وہ ذمہ داری ختم ہوگئی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے وفادار صاحب ایمان بندوں کے لئے ہے، اور خبردار شراب کبھی نہ پینا کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔''

توضیح

جس طرح ہر حکومت پر اُس کی رعایا کے کچھ حقوق لازم ہوتے ہیں، اور رعایا جب تک بغاوت جیسا کوئی سنگین جرم نہ کرے اُن حقوق کی مستحق سمجھی جاتی ہے، اسی طرح مالک الملک حق تعالیٰ شانہ نے تمام ایمان لانے والوں اور دین اسلام قبول کرنے والوں کے لئے کچھ خاص احسانات وانعامات کی ذمہ داری محض اپنے لطف وکرم سے لے لی ہے (جس کا ظہور انشاء اللہ آخرت میں ہوگا) اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوالدرداءؓ کو مخاطب کرکے بتایا ہے کہ دیدہ ودانستہ اور بالا ارادہ نماز چھوڑ دینا دوسرے تمام گناہوں کی طرح صرف ایک گناہ نہیں ہے، بلکہ باغیانہ قسم

کی ایک سرکشی ہے جس کے بعد وہ شخص رب کریم کی عنایت کا مستحق نہیں رہتا اور رحمت خداوندی اس سے بری الذمہ ہو جاتی ہے۔

اسی مضمون کی ایک حدیث بعض دوسری کتابوں میں حضرت عبادہ بن صامت ؓ کی روایت سے بھی ذکر کی گئی ہے، اس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز کے بارہ میں قریب قریب انہی الفاظ میں تاکید و تنبیہ فرمائی ہے، لیکن اس کے آخری الفاظ تارکِ نماز کے بارے میں ہیں۔

فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّداً فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ.

(رواہ الطبرانی، الترغیب للمنذری)

''جس نے دیدہ و دانستہ اور عمداً نماز چھوڑ دی تو وہ ہماری ملت سے خارج ہو گیا۔''

ان حدیثوں میں ترکِ نماز کو کفر یا ملت سے خروج اسی بناء پر فرمایا گیا ہے کہ نماز ایمان کی ایسی اہم نشانی اور اسلام کا ایسا خاص الخاص شعار ہے کہ اس کا چھوڑ دینا بظاہر اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کو اللہ و رسول سے اور اسلام سے تعلق نہیں رہا اور اس نے اپنے کو ملت اسلامیہ سے الگ کر لیا ہے۔ خاص کر رسول اللہ ﷺ کے عہد سعادت میں چونکہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کوئی شخص مؤمن اور مسلمان ہونے کے بعد تارکِ نماز بھی ہو سکتا ہے اس لئے اس دور میں کسی کا تارکِ نماز ہونا اُس کے مسلمان نہ ہونے کی عام نشانی تھی۔ اور اس عاجز کا خیال ہے کہ جلیل القدر تابعی عبداللہ بن شقیق نے صحابہ کرام ؓ کے بارہ میں جو یہ فرمایا کہ:

كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَرَوْنَ شَيْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهٗ كُفْراً غَيْرَ الصَّلٰوةِ.

(مشکوۃ بحوالہ جامع ترمذی)

''رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کرنے کو بھی کفر نہیں سمجھتے تھے۔''

تو اس عاجز کے نزدیک اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ صحابہ کرام دین کے دوسرے ارکان واعمال مثلاً روزہ، حج، زکوۃ، جہاد اور اسی طرح اخلاق ومعاملات وغیرہ ابواب کے احکام میں کوتاہی کرنے کو تو بس گناہ اور معصیت سمجھتے تھے، لیکن نماز چونکہ ایمان کی نشانی اور اس کا عملی ثبوت ہے، اور ملتِ اسلامیہ کا خاص الخاص شعار ہے، اس لئے اس کے ترک کو وہ دین واسلام سے بے تعلقی اسلامی ملت سے خروج کی علامت سمجھتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ان حدیثوں سے امام احمد بن حنبلؒ اور بعض دوسرے اکابر اُمت نے تو یہ سمجھا ہے کہ نماز چھوڑ دینے سے آدمی قطعاً کافر اور مرتد ہو جاتا ہے اور اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا، حتی کہ اگر وہ اسی حال میں مرجائے تو اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے کی اجازت بھی نہیں دی جائے گی۔ بہرحال اس کے احکام وہی ہوں گے جو مرتد کے ہوتے ہیں ۔ گویا ان حضرات کے نزدیک کسی مسلمان کا نماز چھوڑ دینا بت یا صلیب کے سامنے سجدہ کرنے یا اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی طرح کا ایک عمل ہے جس سے آدمی قطعاً کافر ہو جاتا ہے، خواہ اس کے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہو۔ لیکن دوسرے اکثر ائمہ حق کی رائے یہ ہے کہ ترک نماز اگرچہ ایک کافرانہ عمل ہے، مگر اس سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔

اقامت کے آخیر میں حقاً لا الہ الا اللہ کہنا

وعن عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا على فإنه من صلى على صلاة صلى اللّٰه عليه بها عشرا ثم سلوا اللّٰه لى الوسيلة فإنها منزلة فى الجنة لا تنبغى إلا لعبد من عباد اللّٰه وأرجو ان أكون أنا هو فمن سأل لى الوسيلة حلت عليه الشفاعة . رواہ مسلم

''اور حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ﷛ راوی ہیں کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: ''جب تم مؤذن کی آواز سنو تو (اس کے جواب میں) اس کے الفاظ کو دہراؤ اور پھر (اذان کے بعد) مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے تو اس کے بدلہ میں خدا اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے پھر (مجھ پر درود بھیج کر) میرے لئے (خدا سے) وسیلہ کی دعا کرو۔ وسیلہ جنت کا ایک (اعلیٰ) درجہ ہے جو خدا کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھ کو امید ہے کہ وہ بندۂ خاص میں ہوں گا، لہٰذا جو شخص میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا (قیامت کے روز) اس کی سفارش مجھ پر ضروری ہو جائے گی۔''

توضیح

مطلب یہ ہے کہ جب مؤذن اذان کہے تو تم بھی مؤذن کے ساتھ اذان کے کلمات دہراتے جاؤ، البتہ چند کلمات ایسے ہیں جن کو بعینہٖ دہرانا نہیں چاہیے بلکہ ان

کے جواب میں دوسرے کلمات کہنے چاہئیں جس کی تفصیل پیچھے بیان ہوچکی ہے۔ چنانچہ فجر کی اذان میں جب مؤذن الصلوۃ خیر من النوم کہے تو اس کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وبالحق نَطَقْتَ (یعنی تم نے سچ کہا اور خیر کثیر کے مالک ہونے اور تم نے سچ بات کہی) کہنا چاہئے۔

''وسیلہ'' اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کسی مطلوبہ چیز کو حاصل کیا جائے اور اس کے سبب سے مطلوبہ چیز کا قرب حاصل ہو چنانچہ جنت کے ایک خاص اور اعلیٰ درجہ کا نام وسیلہ اسی لئے ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہوتا ہے اسے باری تعالیٰ عزاسمہ کا قرب خاص حاصل ہوتا ہے، اور اس کے دیدار کی سعادت پر میسر ہوتی ہے نیز جو فضیلت اور بزرگی اس درجہ والے کو ملتی ہے وہ دوسرے درجہ والوں کو نہیں ملتی۔

آپ ﷺ کا ارجو (یعنی مجھ کو امید ہے) فرمانا عاجزی اور انکساری کے طور پر ہے کیونکہ جب آنحضرت ﷺ تمام مخلوق سے افضل و بہتر ہیں تو یہ درجہ یقیناً آپ ﷺ ہی کے لئے ہے۔ کوئی دوسرا اس درجہ کے لائق کیسے ہوسکتا ہے؟ لہٰذا اس لفظ کی تاویل یہ کی جائے گی کہ یہ یقین سے کنایہ ہے یعنی مجھے یہ یقین ہے کہ یہ درجہ مجھے ہی حاصل ہوگا۔

دعا سے فراغت کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا

دعا کے بعد ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیرنا سنت ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال كان رسول الله صلى الله عليه و سلم إذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه. (رواہ الترمذی)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ آپ ﷺ جب دعا

میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تو نہیں اس وقت تک نہ رکھتے جب
تک کہ اپنے منہ پر نہ پھیر لیتے۔"

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس وقت تم اللہ تعالی سے مانگو تو اپنے ہاتھوں کے اندرونی ہتھیلیوں کے ذریعہ مانگو، اپنے ہاتھوں کے اوپر کے رخ کے ذریعہ نہ مانگو، اور جب تم دعا سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیرلو تاکہ وہ برکت جو ہاتھ پر اترتی ہے منہ کو بھی پہنچ جائے۔ (مشکوۃ المصابیح)

حالتِ رکوع میں نگاہ قدموں پر رکھنا اور جلسے میں گود پر رکھنا

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے انس اپنی نگاہ کو اسی جگہ رکھو جہاں سجدہ کرتے ہو۔

عن أنس أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا أنس
اجعل بصرک حیث تسجد. (مشکوۃ المصابیح: ج/۸۱۲)

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ قیام کی حالت میں نگاہ مقام سجدہ میں ہونی چاہئے، رکوع کی حالت میں پاؤں کی پشت پر اور سجدہ کی حالت میں ناک کے کنارہ پر اور قعدہ میں بیٹھنے کی حالت میں نگاہ گود میں ہونی چاہئے۔ اور سلام پھیرتے وقت دائیں بائیں کندھے پر۔

یستحب للمصلی أن ینظر فی القیام إلی موضع سجودہ
وفی الرکوع إلی ظہر قدمیہ وفی السجود إلی أنفہ وفی
التشہد إلی حجرہ. (مرقاۃ المفاتیح: ج/۲، ص/۸۹)

سجدہ میں کن اعضاء کو زمین پر رکھنا ضروری ہے؟

لغت میں سجدہ انتہا درجہ کی عاجزی کے اظہار اور سر جھکانے کو کہتے ہیں، شرعی اصطلاح میں ''وضع الوجه على الارض على طريق مخصوص'' (یعنی مخصوص طریقے سے اپنا چہرہ زمین پر رکھ دینے) کا نام ہے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال النبي صلى الله عليه وسلم أمرت أن أسجد على سبعة أعظم على الجبهة واليدين والركبتين وأطراف القدمين ولا نكفت الثياب والشعر. (متفق عليه)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا'' مجھے (جسم کی) سات ہڈیوں یعنی پیشانی، دونوں ہاتھ، گھٹنے اور دونوں پیروں کے پنجوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ ممنوع ہے کہ ہم کپڑوں اور بالوں کو سمیٹیں۔''

توضیح

''على سبعة اعضاء'' اس حدیث میں بتایا جا رہا ہے کہ سجدہ میں زمین پر کون کونسے اعضاء ٹیکنا ضروری ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ فقہاء کا اس میں اتفاق ہے کہ سجدہ میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھنا سنت ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے اور سجدہ ''وضع الوجه على الارض'' کا نام ہے، اب چہرہ میں کئی اعضا ہیں قرآن میں کسی کی تعیین موجود نہیں تو اگر اس حکم پر عمل کرنے لئے صرف رخسار کو زمین پر رکھا گیا تو حکم پورا نہیں

ہوگا کیونکہ رخسار رکھنے کی صورت میں قبلہ سے چہرہ کا ہٹنا بھی لازم آتا ہے اور حضور اکرم ﷺ سے ایسا کرنا ثابت بھی نہیں ہے، چہرہ میں دوسرا عضو ٹھوڑی ہے مگر اس کے زمین پر رکھنے سے سجدہ کا حکم پورا نہیں ہوگا ایک تو اس وجہ سے کہ حضور اکرم ﷺ سے ایسا کرنا ثابت بھی نہیں ہے، چہرہ میں دوسرا عضو ٹھوڑی ہے مگر اس کے زمین پر رکھنے سے سجدہ کا حکم پورا نہیں ہوگا، ایک تو اس وجہ سے کہ حضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں، دوسرا اس وجہ سے کہ ٹھوڑی کے زمین پر ٹیکنے میں کوئی تعظیم نہیں ہے اوراور سجدہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

فقہاء کا اختلاف

اب صرف پیشانی اور ناک رہ گئی اس کو زمین پر رکھنے میں تعظیم بھی ہے اور حضور اکرم ﷺ سے ثابت بھی ہے تو جمہور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں کا رکھنا افضل ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کسی ایک پر اکتفاء کرنا جائز ہے یا نہیں تو جمہور فقہاء کے نزدیک سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں کا رکھنا ضروری ہے، اگر کسی نے ایک پر اکتفاء کیا تو نماز جائز نہیں ہوگی۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ'' لاعلی التعیین (یعنی غیر متعین طور پر)'' ان میں سے ایک عضو کو رکھنا فرض ہے اب اگر کسی نے صرف پیشانی پر سجدہ کیا تو سجدہ بلا کراہت جائز ہے کیونکہ بعض روایات میں صرف پیشانی کا مستقلاً رکھنا ثابت ہے۔ ایک روایت میں جائز مع الکراہت ہے۔ اور اگر کسی نے صرف ناک رکھ کر سجدہ کیا تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں صاحبین کے نزدیک سجدہ جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ سجدہ کراہت کے ساتھ

جائز ہوگا، دوسری روایت یہ ہے کہ اکیلے ناک کے ساتھ سجدہ جائز نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

یہ تمام اختلافات اس وقت ہیں جبکہ کوئی عذر نہ ہو اگر کسی کو عذر ہے تو پھر عذر کے مطابق جواز ہوگا۔

قدموں کو سجدہ میں جما کر رکھنا ضروری ہے

اب سجدہ میں قدم اور پاؤں رکھنے کے متعلق یہ مسئلہ ہے کہ سجدہ کی حالت میں دونوں پاؤں زمین پر ٹیکنا ضروری ہے، اگر پورے سجدے میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھائے رکھے تو سجدہ نہیں ہوگا نماز فاسد ہو جائے گی، اور ایک پاؤں اٹھا کر دوسرا زمین پر رکھے، تو یہ صورت مکروہ ہے۔

حدیث میں سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے لیکن بقیہ اعضاء کی حیثیت اس طرح نہیں بلکہ ہاتھ اور گھٹنے زمین پر رکھنا مسنون ہے یہ بات پھر سن لیں کہ یہ بحث اس وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو عذر کے وقت سب جائز ہے۔

سجدہ میں اعتدال قائم رکھنے کا حکم

عن أنس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال اعتدلوا فی السجود ولا یبسط أحدکم ذراعیه انبساط الکلب. (متفق علیه)

”حضرت انس ؓ روای ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ”سجدہ میں اعتدال قائم رکھو، اور اپنے بازوں (دورانِ سجدہ) زمین پر کتے کی طرح مت بچھاؤ۔“

سگریٹ پینے کے بعد مسجد میں آنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا

من أكل ثوما أو بصلا فليعتزلنا أو ليعتزل مسجدنا وليقعد في بيته.

''جو شخص لہسن، پیاز کھالے وہ ہم سے الگ رہے یا یہ فرمایا کہ ہماری مسجد سے الگ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔''

صحیح مسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ پیاز یا لہسن کی بو کسی کے منہ سے محسوس کرتے تو آپ ﷺ اُسے حکم دیتے کہ وہ بقیع کی طرف چلا جائے، لہٰذا جو لوگ پیاز وغیرہ کھانا چاہیں وہ انہیں اچھی طرح پکا کر ان کی بو ختم کر دیا کریں۔ بعض اہل علم نے سگریٹ پینے والے پر بھی یہی حکم لگایا ہے، کیونکہ اس کے منہ سے بھی بدبو آتی ہے بلکہ بعض تو لہسن و پیاز کھانے والے سے زیادہ سگریٹ پینے والے کی بدبو سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

نماز میں سلام کا جواب اشارے سے دینا

عن عبد الله ابن مسعود رضي الله عنه قال كنا نسلم على النبي صلى الله عليه وسلم وهو في الصلاة فيرد علينا فلما رجعنا من عند النجاشي سلمنا عليه فلم يرد علينا فقلنا يا رسول الله! كنا نسلم عليك في الصلوة فترد علينا فقال إن في الصلاة لشغلا. (متفق علیہ)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ہوتے اور ہم آپ ﷺ کو سلام کرتے تو آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے تھے، اور جب ہم نجاشی کے یہاں سے واپس ہوئے اور آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا، (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! پہلے ہم آپ ﷺ کو نماز میں سلام کرتے تھے، آپ ﷺ جواب دیتے تھے، لیکن آج آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں مشغولیت ہے۔''

اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ بحالتِ نماز سلام کا جواب اگر زبان سے ہو تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ البتہ سعید بن المسیبؒ حسن بصری، اور قتادہؒ کے یہاں سلام کا جواب اگر زبان سے ہو تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ اشارہ سے جواب دینے میں، ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔

چنانچہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اشارہ سے سلام کا جواب دینا بلا کراہت جائز ہے، بلکہ حضرات شافعیہ تو اس کو مستحب کہتے ہیں۔ جبکہ حنفیہ کے یہاں اشارے سے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے۔

ائمہ ثلاثہ کا استدلال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے ہے، فرماتے ہیں۔

''قلت لبلال کیف کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یرد علیهم حین کانوا یسلمون علیه وهو فی الصلوٰۃ قال کان یشیر بیده.''

حنفیہ کا استدلال حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی وہ روایت ہے، جو ابھی اوپر مذکور ہوئی۔

اور جہاں تک تعلق ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب نماز میں کلام منسوخ نہیں ہوا تھا، اور جب نماز میں کلام کو منسوخ قرار دیا گیا تو سلام کا جواب باللسان کے ساتھ سلام کا جواب بالاشارہ بھی منسوخ ہوگیا، چنانچہ حضرت ابن مسعود ؓ کی یہی روایت اس پر قرینہ ہے، حضرت ابن مسعود ؓ کی اس سے زیادہ واضح روایت طحاوی میں موجود ہے، اس میں ان کے یہ الفاظ ہیں۔

فقدمت على النبى صلى الله عليه وسلم من الحبشة
وهو يصلى فسلمت عليه فلم يرد علّى فاخذنى ما قدم
وما حدث فلما قضىٰ صلوته قلت يا رسول الله انزل فىّ
شيئ قال، لا ولكن الله يحدث من امره ما يشاء.

اس سے معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا تو حضرت ابن مسعود ؓ بہت سخت پریشان ہوگئے تھے، کہ مجھ سے ایسی کوئی غلطی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ ظاہر ہے کہ اس پریشانی کی وجہ یہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ تو باللسان سلام کا جواب دیا تھا اور نہ ہی بالاشارہ، کیونکہ اگر آپ ﷺ اشارہ ہی سے سلام کا جواب دیتے تو حضرت ابن مسعود ؓ اتنے پریشان نہ ہوتے، اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح زبان سے سلام کا جواب منسوخ ہوگیا ہے اسی طرح اشارہ سے بھی منسوخ ہوگیا ہے۔

مکبّر بن کر امام کی تکبیرات نمازیوں تک پہنچانا

آپ ﷺ جب بیمار ہوگئے تو آپ نے بیماری میں لوگوں کو نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر صدیق تکبیرات پہنچا رہے تھے۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بالناس وأبو بکر یسمعھم التکبیر. (رواہ مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی وجہ سے تکبیرات کو پہنچانا جائز ہے، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے فعل سے ثابت ہے، لیکن اگر ضرورت نہ ہو تو پھر سنت یہ ہے کہ منفرد اور مقتدی تکبیرات آہستہ کہا کریں۔

اما غیر الامام والسنۃ الاسرار بالتکبیر سواء المأموم و المنفرد. (المجموع: ج/۳، ص/۲۹۵)

اس سے معلوم ہوا کہ بلاضرورت تکبیرات کو پہنچانا خلاف سنت ہے۔

تکبیر کے لفظ کو کھینچنا یعنی اللہ اکبار کہنا

عن إبراھیم النخعی أنہ قال التکبیر جزم والسلام جزم. (سنن الترمذی: ج/۲، ص/۲)

قال ابراھیم التکبیر جزم یقول لایمد. (مصنف عبدالرزاق: ج/۲، ص/۷۵)

التکبیر جزم والسلام جزم ای لایمد ان ولا یعرب او اخر صرد فمنھا بل یسکّن فیقال اللہ اکبَرْ. (تحفۃ الاحوذی: ج/۱، ص/۳۲۹)

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ اکبر کے باء کو کھینچ کر پڑھنا غلط ہے، بلکہ

اللہ اکبر کے باء کو غیر مدہ اور راء کو ساکن پڑھا جائے گا، بعض ائمہ حضرات اس میں غفلت برتتے ہیں جبکہ اصلاح ضروری ہے، نیز بعض فقہاء کرام کے نزدیک اگر کوئی شخص اللہ اکبر کے بجائے اللہ اکبار کہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(دیکھئے ردالمحتار: ج ۲، ص ۳۹۷)

نماز میں کپڑے اور بالوں کو سمیٹنا

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أمرت أن أسجد علی سبعة أعظم علی الجبھة والیدین والرکبتین وأطراف القدمین ولا نکفت الثیاب والشعر . (متفق علیہ)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا'' مجھے (جسم کی) سات ہڈیوں یعنی پیشانی، دونوں ہاتھ، گھٹنے اور دونوں پیروں کے پنجوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ ممنوع ہے کہ ہم کپڑوں اور بالوں کو سمیٹیں۔''

توضیح

اس حدیث کے ذریعہ بتایا جا رہا ہے کہ سجدہ میں جسم کے کس کس عضو کو زمین پر ٹیکنا چاہئے، چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ سجدہ کے وقت پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں کے پنجوں کو زمین پر ٹیکنا چاہئے، جیسا کہ اس کی تفصیل پیچھے بیان ہو چکی ہے۔

البتہ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے بالوں

اور کپڑوں کو اس غرض سے سمیٹنا اور ہٹانا تا کہ وہ خاک آلود اور گندے نہ ہوں، ممنوع ہے، ویسے بھی بغیر اس مقصد کے یوں ہی کپڑوں اور بالوں کو سمیٹنا یا دامن وغیرہ کو باندھ لینا ممنوع ہے۔

مریض کا کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی طاقت رکھنے کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھنا

قیام یعنی نماز میں کھڑے ہونا فرض ہے، اور ارکان نماز میں سے ہے۔

(ہدایہ ج۱ ص۶۳)

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ. (بقرہ.پ۲)

(اَیْ سَاكِتِيْنَ خَاشِعِيْنَ دَاعِيْنَ طَآئِعِيْنَ مُخْلِصِيْنَ فِي الصَّلٰوةِ لِاَنَّ الْقِيَامَ خَارِجُ الصَّلٰوةِ لَيْسَ بِفَرْضٍ)

''اللہ کے لئے کھڑے ہو عاجزی کرتے ہوئے، (یعنی خاموش خشوع کرتے ہوئے دعا کرنے والے اور اطاعت کرنے والے مخلص یعنی نماز میں کیونکہ قیام نماز سے خارج تو فرض نہیں۔)''

عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال انه عليه السلام قال صلّ قائما فإن لم تستطع فقاعدا فإن لم تستطع فعلى جنب. (بخاری: ج۱، ص۱۵۰)

''حضرت عمران بن حصین ﷺ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کھڑے ہوکر نماز پڑھو۔ اگر تمہاری طاقت نہ ہو تو پھر بیٹھ کر پڑھو، اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو پھر کروٹ کے بل لیٹ کر پڑھو۔''

مسئلہ:۔ بیمار، شیخ، ضعیف مسجد تک اگر جائیں تو سانس پھولنے کی وجہ سے کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتے، ایسے آدمیوں کو گھر پر ہی کھڑے ہوکر نماز پڑھ

لینی چاہئے۔

مسئلہ:۔ جو لوگ جلدی سے آکر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاتے ہیں، ان کی نماز نہیں ہوتی، کیونکہ تکبیر تحریمہ میں قیام فرض اور ضروری ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہے، پھر اس کے بعد رکوع میں جائے۔

(فتاویٰ قاضیخان: ج/۱، ص/۳۷)

مسئلہ:۔ ایک پاؤں پر کھڑا ہونا دوسرے کو اوپر اٹھالینا بلا عذر مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ:۔ تین عذر ایسے ہیں جن میں بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز ہے۔ بیماری، بڑھاپا، برہنگی۔

عن عمران بن حصين قال كان بي الناصور فسألت النبي صلى الله عليه وسلم فقال صل قائما فإن لم تستطع فقاعدا. (ابوداؤد: ج/۱، ص/۱۳۷)

''حضرت عمران ابن حصین ﷺ کہتے ہیں کہ میں ناسور کی بیماری میں مبتلا تھا۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر کھڑے ہو کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو۔''

عن علي بن أبي طالب عن النبي صلى الله عليه و سلم قال: يصلي المريض قائما إن استطاع فإن لم يستطع صلى قاعدا. (دارقطني: ج/۲، ص/۴۲)

''حضرت علی ﷺ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مریض کھڑے ہو کر نماز پڑھے، اگر وہ طاقت رکھتا ہو۔ اگر کھڑے

ہونے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو بیٹھ کر پڑھے۔"

عن ابن عباس والذی یُصلی عریاناً یصلی جالساً.

(مصنف عبدالرزاق: ج/۲، ص/۵۸۴)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص برہنہ نماز پڑھتا ہے تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔"

ابن جریج قال سئل عطآء عن الرجل یخرج من البحر عریاناً؟ قال یصلی قاعداً و کذا عن قتادة.

(مصنف عبدالرزاق: ج/۲، ص/۵۸۳)

"حضرت ابن جریجؒ کہتے ہیں حضرت عطاءؒ سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص دریا کے حادثے سے برہنہ باہر نکلے تو نماز کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: بیٹھ کر نماز پڑھے، حضرت قتادہؒ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔"

مسئلہ:۔ وتر، سنتِ فجر اور نماز نذر کا حکم اس بارے میں فرض جیسا ہے۔ لہٰذا ان کو کھڑے ہو کر ہی پڑھنا چاہئے۔

مسئلہ:۔ نفل نماز میں قیام فرض نہیں۔ البتہ بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنے سے آدھا ثواب ملے گا۔ (ہدایہ: ج/۱، ص/۹۸)

عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا أنّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال صلاة القاعد علی النصف من صلاة القآئم. (مسند احمد: ج/۶، ص/۲۱۷)

"ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کا ثواب

کھڑے ہوکر پڑھنے والے سے نصف ہوتا ہے۔''

عن عبداللّٰه بن شقیق قالت سالت عائشه رضی اللّٰه تعالی عنهما عن صلاة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من التطوع فقالت وکان یصلی لیلاً طویلاً قائما ولیلاً طویلاً جالسًا. (مسلم: ج/۱، ص/۲۵۲)

''حضرت عبداللہ بن شقیقؒ کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا آنحضرت ﷺ کی نفل نماز کے بارے میں۔ تو ام المومنین نے کہا بعض اوقات آنحضرت ﷺ کافی دیر تک رات کو کھڑے ہوکر نماز پڑھتے تھے۔ اور بعض اوقات کافی دیر تک بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔''

عن عبد اللّٰه بن عمرو قال حدثت أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال صلاة الرجل قاعدا نصف الصلاة قال فأتیته فوجدته یصلی جالسا فوضعت یدی علی رأسه فقال مالک یا عبد اللّٰه بن عمرو قلت حدثت یا رسول اللّٰه أنک قلت صلاة الرجل قاعدا علی نصف الصلاة وأنت تصلی قاعدا قال أجل ولکنی لست کأحد منکم. (مسلم: ج/۱، ص/۲۵۳)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں مجھے بتلا دیا گیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے، بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو کھڑے ہوکر پڑھنے والے کی نسبت آدھا ثواب ملتا ہے۔ تو ایک دفعہ میں

آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں تو میں نے اپنی شنید کے خلاف جب آپ کو بیٹھے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا تو میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر مبارک پر رکھ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ تمہیں کیا ہوا ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے اس طرح سنا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نصف نماز کا ثواب ملتا ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہاں مسئلہ تو ایسا ہی ہے۔ لیکن یہ میری خصوصیات میں سے ہے کہ مجھے بیٹھ کر پڑھنے پر پورا ثواب ملتا ہے۔ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔''

نماز میں خلیفہ بنانے کا طریقہ

عن ابن رزین قال صلیتُ خلف علی بن ابی طالب فرعف فالتفت فاخذ بید رجل فقدمهٗ فصلّٰی وخرج علی ﷛. (سنن الکبریٰ للبیہقی: ج۳، ص۱۱۳)

''حضرت ابورزینؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی ﷛ کے پیچھے نماز پڑھی۔ ان کو نکسیر پھوٹ پڑی، تو انہوں نے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر آگے کیا اس نے نماز پڑھائی اور حضرت علی ﷛ صفوں سے نکل گئے۔''

خلیفہ یا نائب بنانے کا طریقہ یہی ہے، کہ امام کسی شخص کو کھینچ کر اپنی جگہ کھڑا کر دے۔ فقہی روایات میں یہ موجود ہے کہ خلیفہ امام نہیں بنے گا۔ جب تک کہ وہ نیت نہ کرے۔ (شرح نقایہ: ج۱، ص۹۰)

مسئلہ:۔ اگر نمازی پر نماز کی حالت میں جنون طاری ہوگیا، یا بے ہوشی لاحق ہوگئی، یا نماز میں ہی بدخوابی (احتلام) ہوگئی، یا عمداً وہ نماز کے درمیان ہی بے وضوء ہوگیا، یا پیشاب کی شدید حاجت ہوگئی، یا سر زخمی ہوگیا اور اس سے خون بہہ نکلا، یا اس نے گمان کیا کہ میں بے وضوء ہوگیا ہوں اور مسجد سے باہر نکل گیا یا صفوف سے تجاوز کر گیا اور پھر ظاہر ہوا کہ وہ طہارت سے تھا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

اگر صفوف سے تجاوز نہ کرے یا مسجد سے باہر نہ نکلے تو پھر نماز فاسد نہیں ہوگی، وہ بنا کر سکتا ہے۔

اگر قعدہ میں بیٹھ کر تشہد کے بعد امام نے عمداً کوئی فعل نماز کے منافی کیا تو اس کی نماز تام ہو جائیگی، لیکن اس صورت میں نماز مکروہ تحریکی واجب الاداء ہوگی، اور مسبوق کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ (ہدایہ شرح نقایہ)

مسئلہ:۔ اگر ایک شخص کے پیچھے نابالغ بچہ یا عورت ہے اور اس شخص کو نماز میں حدث لاحق ہو جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ بچہ اور عورت خلیفہ یا نائب بنانے کے اہل نہیں ہیں۔ (شرح وقایہ ج را ص ر۱۶۲)

مسئلہ:۔ ایک مقتدی اور ایک امام ہے، تو امام کے وضوء ٹوٹ جانے سے مقتدی ہی امام بن جائے گا، چاہے وہ نیت کرے یا نہ کرے، کیونکہ وہ معین ہے، اور اس میں نماز کی حفاظت بھی ہے۔ (ہدایہ ج ر ص ر۸۵)

مسئلہ:۔ جو شخص رکوع کی حالت میں بے وضوء ہوگیا، وضو کر کے بنا کرے، لیکن اس رکوع کو شمار نہ کرے، اس رکوع کا اعادہ ضروری ہوگا۔ (ہدایہ ج را ص ر۸۵)

مسئلہ:۔ اگر امام قرأۃ کرنے سے رُک جائے اور قرأۃ نہ کر سکے اور اتنی قرأت نہیں

ہوئی جس کے ساتھ نماز جائز ہوسکتی ہے، تو اس کو اپنا نائب مقرر کرلینا جائز ہے۔

(ہدایہ ج ۱/ ص ۸۳)

نمازِ عصر اور مغرب کے بعد مصافحہ

سوال :۔ زید کہتا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے اور صحاح ستہ سے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول وفعل وعمل سے ثابت نہیں، زید یہ بھی کہتا ہے کہ حضور پُرنور ﷺ اور جمہور علماء کا بھی یہ عمل نہیں رہا ہے اور نہ ان کے عمل سے ثابت ہے، ایسے ہی اس کا کہنا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد بھی مصافحہ جائز نہیں۔ عمر کہتا ہے کہ دونوں وقتوں میں مصافحہ کرنا جائز ولازمی ہے، اس کا ثبوت عمر یہ دیتا ہے کہ فجر وعصر کے بعد سنتیں نفلیں نہیں ہیں اس لئے مصافحہ کرنا دونوں وقتوں کی نمازوں کے بعد لازمی وضروری ہے۔ زید یہ کہتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے مذکورہ وقتوں کی نماز کے بعد یہ رسم گھڑلی ہے ورنہ حدیثوں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، عمر یہ بھی کہتا ہے کہ رسماً مصافحہ جائز ہے۔ لہٰذا زید وعمر کی بحث کا جواب صحاح ستہ کی حدیثوں کی روشنی میں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول وعمل کے ساتھ مدلل عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مصافحہ کی ترغیب اور فضیلت احادیث میں موجود ہے، اس لحاظ سے یہ اسلامی کام ہے، اس کو اسلام ہی کی ہدایت کے مطابق انجام دینا چاہیے۔ شریعت نے اس کا وقت ابتدائے ملاقات کا وقت تجویز کیا ہے، کسی نماز کے بعد کا وقت اس کے لئے تجویز نہیں کیا۔

پس نماز کے بعد اس کا وقت تجویز کر لینا خواہ اعتقاداً یا عملاً ہی ہو، یا اس وقت مصافحہ کے لئے کوئی مخصوص فضیلت تصور کرنا بلا دلیل ہے اور ایک مطلق کو مقید کرنا ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں، جیسے کہ آنحضرت رسول مقبول ﷺ نماز کے بعد جب انصراف فرماتے تو داہنی یا بائیں کسی جانب کا التزام نہ فرماتے۔ پس اگر کوئی شخص داہنی جانب کا التزام کرنے لگے تو بلا دلیل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ "یہ شیطان کا حصہ ہے"، حالانکہ نماز کے بعد انصراف ہوتا ہی ہے اور فی نفسہ داہنی جانب کو بائیں جانب پر فضیلت بھی حاصل ہے، مگر اس جگہ مطلق انصراف کو داہنی جانب کے ساتھ مقید کرنے کی اجازت نہیں دی، جس طرح کسی ہیئتِ خاصہ غیر ثابتہ کا اپنی طرف سے ایجاد یا التزام ممنوع ہے۔

درمختار میں چند کتابوں کے حوالہ سے امام نوویؒ سے نمازوں کے بعد مصافحہ کی تخصیص کو بدعت کہہ کر اجازت دی ہے، لیکن امام نوویؒ حنفی نہیں ہیں شافعی المذہب ہیں، نیز انہوں نے کسی حدیث یا آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یا قولِ مجتہد سے اس کا ماخذ بیان نہیں کیا، اس وجہ سے دوسرے شوافع علامہ ابن حجرؒ وغیرہ نے بھی ان کے قول کو تسلیم نہیں کیا بلکہ صراحۃً رد کیا ہے۔ ابن حجرؒ نے اس کو بدعت مکروہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ جو شخص ایسا کرے اس کو اول تنبیہ کی جائے، اگر نہ مانے تو تعزیر کی جائے۔

علامہ ابن الحاج مالکیؒ نے بھی لکھا ہے کہ شریعت نے مصافحہ کے لئے نمازوں کے بعد کا وقت تجویز نہیں کیا، جو شخص ایسا کرے اس کو منع کر دیا جائے اور ڈانٹ دیا جائے۔ حنفیہ کی معتبر کتاب "ملتقط" سے نقل کیا ہے کہ نماز کے بعد مصافحہ کرنا ہر حال میں مکروہ ہے، چونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز کے بعد مصافحہ نہیں کیا اور یہ تو روافض کا

طریقہ ہے، نیز سلف سے کہیں منقول نہیں۔ علامہ شامی حنفی نے ان نقول کو رد المختار ۵/۲۴۴: میں لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

ان المواظبة عليها بعد الصلوٰة خاصةً قد يؤدى الجهلة إلى اعتقاد سنيتها فى خصوص هذه المواضع، و أن لها خصوصية زائدة على غيرها مع أن ظاهر كلامهم أنه لم يفعلها أحد من السلف فى هذه المواضع. ونقل فى التبيين عن الملتقط أنه تكره المصافحة بعد أدا الصلوٰة لكل حال، لأن الصحابة ﷺ ما صافحوا بعد أدا الصلوٰة، ولأنها من سنن الروافض. ثم نقل عن ابن حجر: ج/۴، ص/۳۵ من الشافعية أنها بدعة مكروهة لا أصل لها فى الشرع، و أنه ينبه فاعلها أولاً ويعزر ثانيًا: ثم قال: وقال ابن الحاج رحمه الله تعالى من المالكية فى المدخل: ۴/ ۲۸۸: إنها من البدع، وموضع المصافحة فى الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه لا فى أدبار الصلوٰة، فحيث وضعها الشرع بعضها. فينهىٰ عن ذلك، ويزجر فاعله لما أتى به من خلاف السنة.

عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه قال. لايجعل أحدكم للشيطان شيئًا من صلوٰة يرى أن حقاً عليه أن لاينصرف إلا عن يمينه، لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم كثيراً ينصرف عن يساره.

(مشكوٰة شريف: ج/۸۷)

امام نوویؒ شافعی ہیں، خود شوافع ان کے اس قول کو تسلیم نہیں کرتے ہیں، جیسا کہ ابن حجرؒ نے فتاویٰ کبریٰ فقہیہ: ۴۵/۴، ۴۷ میں لکھا ہے کہ یہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا بے اصل ہے، بدعت ہے، مکروہ ہے، جو شخص ایسا کرے اس کو اول تنبیہ کی جائے، اگر نہ مانے تو تعزیر کی جائے یعنی سزا دی جائے۔ مالکیہ بھی تسلیم نہیں کر رہے ہیں، جیسا کہ امدخل: ۲/ ۲۸۸ میں ہے۔ حنفیہ بھی اس کو ممنوع لکھتے ہیں، جیسا کہ مجالس الابرار مجلس: ۸، اشعۃ اللمعات: ج ۲/ ص ر، عزیز الفتاوی: ۱/ ۲۰۳ میں ہے۔

بعض اہل مطالعہ کو درمختار کی عبارت سے شبہ ہو جاتا ہے، حالانکہ وہ نووی سے نقل کر رہے ہیں جو کہ حنفی نہیں، اسی پر ردالمختار میں اس کی تردید کے لئے متعدد کتب سے عبارات نقل کی ہے۔ شرح عقود رسم المفتی میں لکھا ہے کہ درمختار میں بعض دفعہ اختصار نقل میں ہوتا ہے، بعض دفعہ غیر مختار، غیر مفتی بہ، مرجوح، ضعیف قول نقل کر دیتے ہیں اس لئے محض اس پر فتویٰ دینا جائز نہیں، جب تک ماخذ سامنے نہ ہو، جہاں کہیں ایسی چیز درمختار میں ہوتی ہے علامہ شامیؒ اس پر تنبیہ فرما دیتے ہیں کہ یہ مرجوح ہے یا غیر مفتی بہ، دوسری فلاں فلاں کتاب میں اس کے خلاف لکھا ہے جیسا کہ اس مصافحہ والے مسئلہ میں تنبیہ کر دی ہے۔ جزاہ اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرنا

تشبیک یعنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا نماز میں مکروہ ہے۔ (درمختار: ج ۱/ ص ۱۹۱)

عن رجل عن كعب بن عجرة : أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه

علیہ و سلم قال إذا توضأ أحدکم فأحسن وضوئه ثم خرج عامدا إلی المسجد فلا یشبکن بین أصابعه فإنه فی صلاة. (ترمذی، ص/۸۲)

''حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب تم میں کوئی شخص اچھی طرح وضوء کرتا ہے، پھر وہ نماز کے ارادہ سے مسجد کی طرف نکل کر جاتا ہے، تو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے درمیان تشبیک نہ کرے، کیونکہ وہ نماز میں ہے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے خارج بھی تشبیک مکروہ ہے۔)''

عن کعب قال نهینا ان نشبک بین اصابعنا فی الصلوٰة.
(مصنف ابن ابی شیبة: ج/۲، ص/۷۶)

''حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم کو منع کیا گیا ہے (یعنی آنحضرت ﷺ کی طرف سے) کہ ہم نماز میں اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کریں۔''

عن ابراهیم انه کره ان یشبک بین اصابعه فی الصلوٰة.
(مصنف ابن ابی شیبة: ج/۲، ص/۷۶)

''حضرت ابراہیم نخعی مکروہ خیال کرتے تھے کہ نماز میں ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کریں۔''

سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد امام کا دیر تک خاموش رہنا

عن سمرة بن جندب أنه حفظ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم سکتتین سکتة إذا کبر وسکتة إذا فرغ من

قراءة غير المغضوب عليهم ولا الضالين. فصدقه ابی بن كعب. (رواه ابوداؤد)

''حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے دو سکتے (یعنی چپ رہنا) یادر کھے ہیں، ایک سکتہ تکبیر تحریمہ کہہ لینے کے بعد اور ایک سکتہ آپ اس وقت کرتے تھے جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھ کر فارغ ہوتے تھے، حضرت ابی بن کعبؓ نے (بھی حضرت سمرہ بن جندبؓ) کے قول کی تصدیق کی۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سکتہ فرمایا ہے کہ لیکن یہ سکتہ کس لئے فرمایا ہے تو اس کی وضاحت حدیث میں نہیں ملی۔ فقہاء کرام کا اس میں اختلاف ہوا۔ شوافع اور حنابلہ کے ہاں سورۂ فاتحہ کے بعد سکتہ کرنا مستحب ہے تا کہ مقتدی اس میں فاتحہ پڑھ سکیں اور احناف کے نزدیک اس سکتہ میں سرّاً آمین کہی جائے گی۔

چاند گرہن یا سورج گرہن کی نماز میں مسبوق کا امام کے ساتھ سلام پھیرنا

''حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ سرور کائنات نے فرمایا جب نماز کی تکبیر ہو جائے تو تم (جماعت میں شامل ہونے کے لئے) دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ وقار و طمانیت کے ساتھ اپنی معمول کی چال چلتے ہوئے آؤ، جس قدر نماز تم کو (امام کے ساتھ) مل

جائے پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے (امام کے سلام کے بعد اٹھ کر) اسے پوری کرلو۔" (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسبوق اپنی بقیہ نماز امام کے سلام پھیرنے کے بعد پوری کرے گا اس میں فرض نماز کی کوئی تخصیص نہیں ہے، اس لئے یہ حکم تمام نمازوں فرض، نفل، سنت وغیرہ سب کو شامل ہے۔

عن أبي هريرة ﷺ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إذا أقيمت الصلاة فلا تأتوها تسعون وأتوها تمشون وعليكم السكينة فما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا. (متفق عليه) (بحواله مظاهر حق ج/۱، ص/۳۸۵)

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله واصحابه وبارك وسلم.
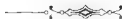
جمعہ سے متعلق غلطیاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا
إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ
فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ
اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. (الجمعہ: ۹و۱۰)

”اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم سمجھو۔ پھر جب نماز پوری ہو جائے، تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔“

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمعہ سے متعلق غلطیاں

جمعہ کے دن کا غسل

عن ابن عمر ﷺ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا جاءَ احدکم الجمعة فلیغتسِلْ
(رواہ البخاری ومسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمعہ کو (یعنی جمعہ کی نماز کے لئے) آئے تو اس کو چاہیے کہ غسل کرے (یعنی نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے اس کو غسل کر کے آنا چاہیے)۔''

عن أبی ہریرة ﷺ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حق للّٰہ علی کل مسلم أن یغتسل فی کل سبعة أیام یوْماً یغسل رأسه وجسده. (رواہ بخاری ومسلم)

''حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر حق ہے (یعنی جمعہ کے دن) غسل کرے اس میں اپنے سر کے بالوں کو اور سارے جسم کو اچھی طرح دھوئے۔''

توضیح

ان دونوں حدیثوں میں جمعہ کے روز غسل کا تاکیدی حکم ہے اور صحیحین ہی کی ایک اور حدیث میں جو حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے مروی ہے کہ غسلِ جمعہ کے لئے

''واجب'' کا لفظ بھی آیا ہے۔ یعنی اُمت کے اکثر ائمہ اور علماء شریعت کے نزدیک اس سے اصطلاحی وجوب مراد نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد بھی وہی تاکید ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیثوں کا مدعا ہے۔ اس مسئلہ کی پوری وضاحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک ارشاد سے ہوتی ہے جو انہوں نے بعض اہل عراق کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا۔ سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مشہور شاگرد عکرمہ سے اس سوال وجواب کی پوری تفصیل اس طرح مروی ہے کہ:

''عراق کے بعض لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے سوال کیا کہ آپ کے خیال میں جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے؟ انہوں نے فرمایا: میرے نزدیک واجب تو نہیں ہے لیکن اس میں بڑی طہارت وپاکیزگی ہے اور بڑی خیر ہے اُس کے لئے جو اس دن غسل کرے، اور جو (کسی وجہ سے اس دن) غسل نہ کرے تو (وہ گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ یہ غسل) اس پر واجب نہیں ہے۔ (اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ غسل جمعہ کے حکم کی شروعات کیسے ہوئی (واقعہ یوں ہے کہ اسلام کی ابتدائی دور میں) مسلمان لوگ غریب اور محنت کش تھے۔ صوف (یعنی اونٹ، بھیڑ وغیرہ کے بالوں سے بنے ہوئے بہت موٹے کپڑے) پہنتے تھے، اور محنت مزدوری میں اپنی پیٹھوں پر بوجھ لادتے تھے۔ اور ان کی مسجد (مسجد نبوی) بھی بہت تنگ تھی اور اس کی چھت بہت نیچی تھی، اور ساری مسجد ایک چھپر کا سائبان تھا (جس کی وجہ سے اس میں

انتہائی گرمی اور گھٹن رہتی تھی) پس رسول اللہ ﷺ ایک جمعہ کو جبکہ سخت گرمی کا دن تھا گھر سے مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ صوف کے موٹے موٹے کپڑوں میں ان کو پسینے چھوٹ رہے تھے اور ان سب چیزوں نے مل ملا کر مسجد کی فضا میں بدبو پیدا کر دی تھی جس سے سب کو تکلیف اور اذیت ہو رہی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے جب یہ بدبو محسوس کی تو فرمایا کہ:

یا ایُّھا النَّاس اذا کان ھذا الیوم فاغتسلوا ولیمس احدکم افضل مایجد من دھنه وطیبه.

''اے لوگو! جب جمعہ کا یہ دن ہوا کرے تو تم لوگ غسل کرو اور جو اچھا خوشبودار تیل اور جو بہتر خوشبو جس کو دستیاب ہو، وہ لگایا کرو۔''

(حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں) کہ اس کے بعد خدا کے فضل سے فقر وفاقہ کا وہ دور ختم ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوشحالی اور وسعت نصیب فرمائی، پھر صوف کے وہ کپڑے بھی نہیں رہے جن سے بدبو پیدا ہوتی تھی اور وہ محنت ومشقت بھی نہیں رہی، اور مسجد کی وہ تنگی بھی ختم ہوگئی اور اس کو وسیع کرلیا گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمعہ کے دن لوگوں کے پسینہ وغیرہ سے جو بدبو مسجد کی فضا میں پیدا ہو جاتی تھی وہ بات نہیں رہی۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اُس خاص حالت کی وجہ سے جس کی ان کے اس بیان میں تفصیل کی گئی ہے، غسلِ جمعہ مسلمان کے لئے ضروری قرار دیا گیا تھا، اس کے بعد جب وہ حالت نہیں رہی تو اس حکم کا وہ درجہ تو نہیں رہا، لیکن بہرحال اس میں پاکیزگی

ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور یہ بھی اس میں خیر اور ثواب ہے۔ یعنی اب وہ مسنون اور مستحب ہے، اور سمرہ ابن جندب ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث میں غسلِ جمعہ کی یہی حیثیت صریحاً مذکور ہے۔

عن سمرة بن جندب ﷺ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من توضأ يوم الجمعة فبها ونعمت ومن اغتسل فالغسل افضل. (الترمذی)

''حضرت سمرہ بن جندب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن (نماز جمعہ کے لئے) وضو کرے تو بھی کافی ہے درٹھیک ہے اور جو غسل کرے تو غسل کرنا افضل ہے۔''

لوگوں کی گردنیں پھاندنا

عن معاذ بن أنس الجهني عن أبيه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من تخطى رقاب الناس يوم الجمعة اتخذ جسرا إلى جهنم. (مشكوة المصابيح)

''حضرت معاذ بن انس جہنی ﷺ نے اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن (جامع مسجد میں جگہ حاصل کرنے کے لئے) لوگوں کی گردنیں پھلانگے گا وہ جہنم کی طرف پل بنایا جائے گا۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اس شخص نے مسلمانوں کو تنگ کیا اور لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر ان کو ایذاء پہنچائی، اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے روز اس شخص کو جہنم کے اوپر پل کے طور پر بچھا دیں گے اور لوگوں کو حکم ہوگا کہ اس شخص کے اوپر گزرا

کرو تو لوگ گزریں گے اور اس کو روندیں گے۔

خطبہ کے دوران پیٹھ اور پنڈیوں کو باندھنا

وعنه ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم نهی عن الحبوة یوم الجمعة والإمام یخطب. (رواہ الترمذی وابو داؤد)

''اور حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرتاج دو عالم ﷺ نے جمعہ کے دن جبکہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو، ''گوٹ مارنے'' سے منع فرمایا ہے۔''

توضیح

''گوٹ مارنا'' ایک خاص نشست اور بیٹھنے کے ایک مخصوص طریقے کو کہتے ہیں، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اکڑوں بیٹھ کر کپڑے یا ہاتھوں کے ذریعے دونوں گھٹنے اور رانیں پیٹ کے ساتھ ملالی جاتی ہیں۔

خطبہ کے وقت اس طرح بیٹھنے سے منع فرمایا گیا ہے، کیونکہ ایسی حالت میں نیند آجاتی ہے جس کی وجہ سے خطبہ کی سماعت نہیں ہوسکتی بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس طرح بیٹھنے والا غنودگی کے عالم میں ایک پہلو پر گر جاتا ہے یا بیٹھے ہی بیٹھے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اسے احساس بھی نہیں ہوتا۔

جمعہ کے روز نمازِ فجر میں الم السجدہ اور سورۂ دھر کی قرأت کرنا

عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یقرأ فی الفجر یوم الجمعة بالم تنزیل فی الرکعة الأولی وفی الثانیة هل أتی علی الإنسان. (متفق علیه)

''حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار ﷺ جمعہ کے روز
نمازِ فجر کی پہلی رکعت میں الم تنزیل اور دوسری رکعت میں ھَلْ اتی
علی الانسان پڑھتے تھے۔''

توضیح

حضرات شوافع اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جمعہ کے روز نمازِ فجر میں حدیث میں مذکورہ سورتیں ہی پڑھنی چاہئیں مگر حنفیہ چونکہ تعیین سورۃ سے منع کرتے ہیں، اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اولیٰ نہیں ہے کہ کسی خاص سورۃ کو کسی خاص نماز کے ساتھ اس طرح متعین کرلیا جائے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھی ہی نہ جائے۔ ان حضرات کے نزدیک قرأت وسورۃ کی ممانعت کی وجہ صرف یہ ہے کہ اگر کسی خاص نماز کے ساتھ کسی خاص سورۃ کو متعین کردیا جائے گا تو لوگ اسی ایک سورۃ کو لازم و واجب سمجھ کر پڑھیں گے اور ں کے علاوہ دوسری سورتوں کو پڑھنا مکروہ سمجھیں گے۔

ہاں اگر کوئی شخص مثلاً اس حدیث کے مطابق جمعہ کے روز نمازِ فجر کی پہلی رکعت میں الٓمٓ تنزیل (سورۃ السجدہ) اور دوسری رکعت میں ھَلْ اَتی علی لانسان (سورہ دہر) آنحضرت کی قرأت کی برکت حاصل کرنے اور اتباعِ سنت کے جذبہ سے پڑھا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ ان سورتوں کے علاوہ کبھی کبھی کوئی دوسری سورت بھی پڑھ لیا کرے تاکہ کم علم اور عوام یہ نہ سمجھیں کہ ان سورتوں کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھنی جائز نہیں ہے۔

اس کے علاوہ حنفیہ کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس عمل پر آنحضرت ﷺ کا دوام ثابت نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کبھی کبھی یہ سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا کبھی کبھی پڑھنا تو

ہر شخص کے لئے افضل ہے۔

اس موقعہ پر یہ مسئلہ بھی سن لیجئے کہ اگر کوئی شخص صبح کی نماز میں سورۂ سجدہ پڑھے تو اسے سجدۂ تلاوت بھی کرنا چاہئے اگرچہ شوافع کے کچھ علماء نے بعض ایام میں امام کے لئے اس کو ترک کرنا ہی اولیٰ قرار دیا ہے لیکن آنحضرت ﷺ سے سجدۂ تلاوت کرنا ثابت ہے۔

دورانِ خطبہ سامعین کا بلند آواز سے درود شریف پڑھنا

عن عمر قال سمعت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول اذا دخل احدکم المسجد والامام علی المبر فلاصلاة ولا کلام حتی یفرغ الامام. (طبرانی)

وعنه قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اِذا قلت لصاحبک یوم الجمعة اَنصِتْ والامام یخطبُ فقد لَغَوْتَ. (متفق علیہ)

''اور حضرت ابو ہریرہ ﷺ روای ہیں کہ سرتاج دو عالم ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو اگر تم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے یہ بھی کہا کہ ''چپ رہو'' تو بھی تم نے لغو کام کیا۔''

توضیح

خطبہ کے وقت چونکہ کسی بھی قسم کے کلام اور گفتگو کی اجازت نہیں ہے، اسی لئے اس وقت ایسے شخص کو جو گفتگو کر رہا ہو، خاموش ہو جانے کے لئے کہنا بھی اس حدیث کے مطابق ''لغو'' ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے وقت مطلقاً کلام اور گفتگو ممنوع

ہے اگر چہ وہ کلام وگفتگو امر بالمعروف (اچھی بات کے کرنے) اور نہی عن المنکر (بری بات سے روکنے) ہی سے متعلق کیوں نہ ہو ہاں اس وقت یہ فریضہ اشارہ کے ذریعہ ادا کیا جا سکتا ہے لیکن زبان سے کہنے کی اجازت نہیں ہے۔

خطبہ کے وقت خاموش رہنا

جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو اس وقت خاموش رہنا اکثر علماء کے نزدیک واجب ہے، امام ابوحنیفہؒ بھی انہیں میں شامل ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک مستحب ہے چنانچہ امام شافعیؒ کے دو قول ہیں ایک قول وجوب کا ہے اور دوسرا استحباب کا، امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ جس وقت امام خطبہ کے لئے چلے اس وقت بھی نماز شروع کرنا یا کلام کرنا دونوں ممنوع ہیں اگر کوئی شخص نماز (مثلاً سنت وغیرہ) پڑھ رہا ہو اور امام خطبہ شروع کردے تو اس شخص کو دو رکعت پوری کر کے نماز توڑ دینی چاہئے۔ مگر حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک امام کے خطبہ کے لئے چلنے اور خطبہ شروع کرنے کے درمیان اسی طرح اس کے خطبہ ختم کرنے کے بعد سے تکبیر تحریمہ شروع ہو جانے تک کلام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ کراہت کلام اس وجہ سے ہے کہ کلام میں مشغول رہنے والا شخص خطبہ نہیں سن سکتا اور ظاہر ہے کہ یہ مواقع خطبہ سننے کے نہیں ہیں اس لئے ایسے اوقات میں کلام کرنا جائز ہے۔

مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ ان دونوں کی ممانعت کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حدیث ہے۔

اذا خرج الامام فلاصلٰوۃ ولا کلام۔

''جب امام خطبہ کے لئے چلے تو اس وقت نہ نماز جائز اور نہ کلام۔''

نیز صحابہ ﷺ کے اقوال بھی اسی طرح ہیں۔ اور صحابی ﷺ کے قول کو حجت اور دلیل قرار دیتے ہیں نہ صرف یہ کہ کوئی شک وشبہ نہیں ہے بلکہ قول صحابی ﷺ کی تقلید وپیروی واجب ہے، علماء نے لکھا کہ خطبہ کے وقت صاحب ترتیب کے لئے قضاء نماز پڑھنی مکروہ نہیں ہے۔

اُس شخص کے بارہ میں جو امام سے دور ہو اور خطبہ کی آواز اس تک نہ پہنچ رہی ہو، علماء کے مختلف اقوال ہیں لیکن صحیح اور مختار قول یہ ہے کہ وہ شخص بھی گفتگو وکلام نہ کرے بلکہ اُس کے لئے بھی خاموش رہنا واجب ہے۔

خطبہ کے وقت کے آداب

علماء نے صراحت کی ہے کہ جس وقت امام خطبہ پڑھ رہا ہو اس وقت کھانا پینا یا کتابت وغیرہ دینوی امور میں مشغول ہونا حرام ہے، سلام اور چھینک کا جواب دینا بھی مکروہ ہے اس سلسلہ میں دُرِّ مختار میں ایک کلیہ لکھا گیا ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ حُرِّمَ فِي الصَّلوةِ حُرِّمَ فِي الْخُطْبَةِ.

''جو چیزیں نماز میں حرام ہیں وہ خطبہ کے وقت بھی حرام ہیں۔''

خطبہ کے وقت درود بھی زبان سے نہیں بلکہ دل میں کہہ لیا جائے۔ خطبہ کے وقت کسی شخص کو اس کی خلافِ شرع حرکت سے روکنا زبان سے تو مکروہ ہے لیکن ہاتھ یا آنکھ کے اشارے سے اُسے منع کر دینا مکروہ نہیں ہے۔

بہرحال! جمعہ میں سویرے سے جانا ثواب کی زیادتی کا باعث ہے اور کوئی شخص سویرے سے مسجد پہنچ تو گیا مگر اُس نے وہاں امام کے خطبہ پڑھتے وقت کسی

کو زبان سے نصیحت کی تو گویا اس سے ایک لغو کام صادر ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صبح سویرے مسجد پہنچ جانے کا ثواب جاتا رہا۔ لہٰذا یہ چاہئے کہ جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں سویرے سے پہنچ جائے اور وہاں ایسی کوئی حرکت نہ کی جائے جس سے ثواب جاتا رہے۔

ایک خطبہ کے بعد دوسرے خطبہ میں نشست تبدیل کرنا

عام طور پر دیکھا گیا کہ لوگ پہلے خطبہ میں ایک ہیئت پر بیٹھتے ہیں اور دوسرے خطبہ میں دوسری ہیئت پر، اس طرح دو خطبوں میں بیٹھنے کی ہیئت بدلنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے، اس لئے ایک خطبہ میں ایک طرح بیٹھنے کو اور دوسرے خطبہ کو دوسری طرح بیٹھنے کو سنت یا واجب سمجھنا بدعت اور گناہ ہے۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اس امر (یعنی دین) میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔'' (صحیح مسلم: ج ۲/ص ۲۵/)

نمازِ جمعہ کے فوراً بعد اسی جگہ دوسری نماز پڑھنا

وعن عمر بن عطاء أن نافع بن جبير أرسله إلى السائب يسأله عن شيء رآه منه معاوية في الصلاة فقال نعم صليت معه الجمعة في المقصورة فلما سلم الإمام قمت في مقامي فصليت فلما دخل أرسل إلى فقال لا تعد لما فعلت إذا صليت الجمعة فلا تصلها بصلاة حتى تكلم أو تخرج فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أمرنا بذلک أن لا نوصل صلاۃ بصلاۃ حتی نتکلم أو نخرج. (رواہ مسلم)

''اور حضرت عمرو بن عطاء (تابعی) رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہیں (یعنی عمرو) کو حضرت نافع ابن جبیر (تابعیؒ) نے حضرت سائب (صحابی ﷺ) کے پاس بھیجا تا کہ وہ ان سے وہ چیزیں پوچھیں جو حضرت امیر معاویہ ﷺ نے انہیں نماز میں کرتے ہوئے دیکھا تھا (اور اس سے انہیں منع کیا تھا چنانچہ حضرت عمروؒ، حضرت سائب کے پاس گئے اور ان سے اس چیز کی تفصیل معلوم کی) انہوں نے فرمایا کہ ہاں'' (ایک مرتبہ) میں نے حضرت امیر معاویہ ﷺ کے ہمراہ مقصورہ میں جمعہ کی نماز پڑھی جب امام نے سلام پھیرا تو میں اسی جگہ (جہاں جمعہ کی فرض نماز پڑھی تھی) کھڑا ہو گیا اور (فرض و سنت میں کوئی امتیاز کئے بغیر جمعہ کی سنت) نماز پڑھنے لگا، جب حضرت امیر معاویہ ﷺ (نماز سے فراغت کے بعد) اپنے مکان چلے گئے تو میرے پاس ایک شخص کو یہ کہلا کر بھیجا کہ ''اس وقت تم نے جو کچھ کیا ہے آئندہ ایسا نہ کرنا (یعنی جس جگہ فرض نماز پڑھو اسی جگہ امتیاز پیدا کئے بغیر نفل نماز نہ پڑھنا چنانچہ) جب تم جمعہ کی نماز پڑھو تو بس (جمعہ کی فرض نماز) کو کسی دوسری یعنی نفل یا قضا نماز سے نہ ملاؤ، جب تک کہ تم کوئی گفتگو نہ کر لو یا (مسجد سے) نہ نکل جاؤ، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ ہم ایک نماز

کو دوسرے نماز کے ساتھ نہ ملائیں۔ تاوقتیکہ (درمیان میں) بات
چیت نہ کریں یا (مسجد سے) باہر نہ چلے جائیں۔''

توضیح

پچھلے زمانہ میں جب کہ سلاطین و امراء نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آتے تھے تو ان کی امتیازی حیثیت و شان یا حفاظت کے پیش نظر ان کے لئے مسجد کے اندر ایک مخصوص جگہ بنادی جاتی تھی جسے ''مقصورہ'' کہا جاتا تھا، بادشاہ یا خلیفہ مسجد میں آکر اسی جگہ نماز پڑھتا تھا۔

حدیث کے الفاظ اذا صلیت الجمعة میں جمعہ کی قید اتفاقی اور مثال کے طور پر ہے کیونکہ جمعہ کے علاوہ بھی تمام نمازوں کا یہی حکم ہے کہ فرض کے ساتھ نوافل نماز ملا کر نہ پڑھی جائیں چنانچہ اس کی تائید حضرت امیر معاویہ ؓ کی روایت کردہ حدیث کر رہی ہے، جس میں کسی خاص نماز کے بارہ میں نہیں فرمایا گیا ہے بلکہ ہر نماز کے متعلق یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب فرض نماز پڑھ لی جائے تو نوافل پڑھنے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے فرض اور نوافل میں فرق و امتیاز پیدا ہو جائے مثلاً جس جگہ فرض نماز پڑھی گئی ہے اسی جگہ نفل (خواہ سنت مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ) نہ پڑھی جائے بلکہ اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ کھڑے ہو کر پڑھی جائے تاکہ دونوں نمازوں کے درمیان امتیاز پیدا ہو سکے اور اس سے فرض و نفل کے درمیان التباس پیدا نہ ہو۔

چنانچہ حدیث کے الفاظ ''او نخرج'' سے اسی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے اب ''او نخرج'' سے مسجد سے حقیقۃً نکلنا بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی فرض نماز پڑھ

کر مسجد سے نکل کر گھر وغیرہ آجائے اور وہاں نوافل پڑھے جائیں اور حکماً نکلنا بھی مراد ہوسکتا ہے یعنی جس جگہ فرض نماز پڑھی ہے اس جگہ سے ہٹ کر نوافل دوسری جگہ پڑھے جائیں۔

فرض ونوافل کے درمیان فرق وامتیاز پیدا کرنے کی ایک اور صورت ہے اور وہ یہ کہ جب فرض نماز پڑھ لی جائے تو اس کے بعد کسی دوسرے شخص سے کوئی گفتگو کر لی جائے تاکہ اس سے ان دونوں نمازوں کے درمیان فرق وامتیاز پیدا ہو جائے چنانچہ حتی نتکلم سے یہی بتایا جارہا ہے۔

اتنی بات ملحوظ رہے کہ فرض ونوافل کے درمیان جس فرق وامتیاز کے لئے کہا جارہا ہے وہ دنیاوی بات چیت اور گفتگو ہی سے حاصل ہوتا ہے ذکر اللہ وغیرہ سے وہ فرق حاصل نہیں ہوگا۔

پہلی اذان کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا

بينما النبی صلی اللہ علیہ وسلم يخطب يوم الجمعة اذ جاء رجل فقال النبی صلی اللہ عیہ وسلم: اصلّيتَ؟ قال: لا ، قال: فقم فاركع.

''نبی کریم ﷺ جمعہ کے روز خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا، آنحضرت ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا: ''کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟'' اس نے کہا: ''نہیں''۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کھڑے ہوکر نماز پڑھ لو۔''

اس حدیث کی بناء پر شافعیہ اور حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ جمعہ کے دوران آنے

والا خطبہ کے دوران ہی تحیۃ المسجد پڑھ لے تو یہ مستحب ہے۔ اس کے برخلاف امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور فقہاء کوفہ یہ کہتے ہیں کہ خطبۂ جمعہ کے دوران کسی قسم کا کلام یا نماز جائز نہیں، جمہور صحابہ و تابعین کا بھی یہی مسلک ہے۔

حنفیہ کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) آیت قرآن:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا.

اس کے بارے میں بحث پیچھے گذر چکی ہے کہ خطبۂ جمعہ بھی اس حکم میں شامل ہے، بلکہ شافعیہ تو اس آیت کو صرف خطبۂ جمعہ ہی کے ساتھ مخصوص مانتے ہیں، البتہ ہم نے یہ بات ثابت کی تھی کہ آیت کا نزول نماز کے بارے میں ہوا ہے لیکن اس کے عموم میں خطبہ بھی شامل ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت آ رہی ہے:

أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال من قال يوم الجمعة و الامام يخطب "أَنْصِتْ" فقد لغا.

''اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روای ہیں کہ سرتاج دوعالم ﷺ نے فرمایا، جمعہ کے دن جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو اگر تم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے یہ بھی کہا کہ ''چپ رہو'' تو بھی تم نے لغو کام کیا۔''

اس میں آنحضرت ﷺ نے خطبہ کے دوران امر بالمعروف سے بھی منع فرمایا ہے حالانکہ امر بالمعروف فرض ہے اور تحیۃ المسجد مستحب ہے لہٰذا تحیۃ المسجد بطریق اولیٰ ممنوع ہوگی۔

(۳) مسند احمد میں حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

أن المسلم إذا اغتسل يوم الجمعة ثم أقبل إلى المسجد لا يؤذى احدا فإن لم يجد الإمام خرج صلى ما بدا له وإن وجد الإمام قد خرج جلس فاستمع وانصت حتى يقضى الإمام جمعته الخ ..

اس حدیث میں صراحۃً بتادیا گیا ہے کہ نماز اسی وقت مشروع ہے جبکہ امام خطبہ کے لئے نہ نکلا ہو اور اگر امام نکل چکا ہو تو خاموش بیٹھنا چاہئے۔

علامہ ہیثمیؒ مجمع الزوائد میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح خلا شیخ احمد ھو ثقہ.

البتہ اس روایت پر علامہ منذریؒ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ عطاء خراسانی کا سماع حضرت نبیشہ سے نہیں ہے، لیکن اس اعتراض کا حاصل زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ محدثین کے درمیان اس حدیث کی تصحیح میں اختلاف ہے اور ایسی صورت میں حدیث قابلِ استدلال ہوتی ہے۔

(۴) معجم طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے:

قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ السلام یقول اذا دخل احدکم المسجد والامام علی المنبر فلاصلاۃ ولاکلام حتی یفرغ الامام.

اس حدیث کی سند اگرچہ ضعیف ہے، لیکن متعدد قرائن اس کے مؤید ہیں۔ اول

تو اس بناء پر کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنا مسلک اسی کے مطابق مروی ہے۔ دوسرے اس لئے کہ علامہ نوویؒ کے اعتراف کے مطابق حضرت عمر ؓ، حضرت عثمان ؓ اور حضرت علی ؓ کا مسلک بھی یہی تھا کہ وہ خروج امام کے بعد نماز یا کلام کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور یہی مسلک بعض دوسرے صحابہ ؓ وتابعینؒ سے بھی مروی ہے اور یہ اصول کئی مرتبہ گذر چکا ہے کہ حدیث ضعیف اگر مؤید بالتعامل ہو تو قابل استدلال ہوتی ہے۔

(۵) حدیث باب کے واقعہ کے سوا آنحضرت ﷺ سے کہیں یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے خطبہ کے دوران آنے والے کسی شخص کو نماز پڑھنے کے لئے کہا ہو۔ مثلاً استسقاء کی حدیث میں جو اعرابی قحط کی شکایت لیکر آئے تھے پھر ایک ہفتہ کے بعد دوبارہ سیلاب کی شکایت لیکر آئے وہ دونوں واقعات میں خطبہ کے دوران پہنچے تھے لیکن آپ ﷺ نے ان کو نماز کا حکم نہیں دیا، نیز ایک شخص خطبہ کے دوران تخطی رقاب کرتا ہوا جارہا تھا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

اجلس فقد اذیت.

نیز ابوداؤد میں حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کا واقعہ مذکور ہے۔

عن جابر قال لما استوی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم(ای جلس مستویا علی المنبر) یوم الجمعة قال: اجلسوا، فسمع ذلک ابن مسعود فجلس علی باب المسجد فراٰه رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال تعال یا عبداللّٰہ بن مسعود.

یہاں بھی آپ ﷺ نے ان کو نماز کا حکم نہیں دیا۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیر سے آنے اور غسل نہ کرنے پر تنبیہ فرمائی لیکن نماز کا حکم نہیں دیا۔ یہ تمام واقعات اس پر دلالت کرتے ہیں کہ خطبہ کے دوران نماز کا حکم نہیں تھا۔

جہاں تک حدیث باب کے واقعہ کا تعلق ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ خطبہ سے پہلے کا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک مرتبہ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما تھے لیکن ابھی خطبہ شروع نہیں فرمایا تھا کہ اتنے میں ایک صاحب جن کا نام سلیک بن ہدیۃ الغطفانی تھا، انتہائی بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے آپ نے ان کے فقر و فاقہ کی کیفیت کو دیکھ کر یہ مناسب سمجھا کہ تمام صحابہ ان کی حالت کو اچھی طرح دیکھ لیں اس لئے انہیں کھڑا کر کے نماز کا حکم دیا اور جتنی دیر انہوں نے نماز پڑھی اتنی دیر آپ خاموش رہے اور خطبہ شروع نہیں فرمایا، بعد میں آپ نے صحابۂ کرام کو ان پر صدقہ کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ اس موقع پر صحابۂ کرام نے انہیں خوب صدقہ دیا اس سے واضح ہوا کہ یہ اول تو ایک خصوصی واقعہ تھا جس کو عمومی قواعدِ کلیہ کے خلاف پیش نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے یہ کہ حضرت سلیک رضی اللہ عنہ کے آنے کے وقت آپ نے خطبہ شروع نہیں فرمایا تھا جس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں:

جاء سليک الغطفانی رضی اللہ عنہ يوم الجمعة ورسول الله
صلی الله عليه وسلم قاعد علی المنبر

اور یہ معلوم ہے کہ آپ ہمیشہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے لہٰذا بیٹھنے کا

مطلب یہی ہے کہ آپ نے ابھی خطبہ شروع نہیں فرمایا تھا۔ اور یہ بات کہ حضرت سلیک ﷛ بہت بوسیدہ حالت میں تھے ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری ﷛ کی روایت سے ثابت ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

ان رجلاً جاء یوم الجمعة فی هیئة بذّة (ای هیئة تعدل علی الفقر).

اور یہ بات کہ آپ ان کی نماز کے دوران خطبہ سے رکے رہے، دارقطنی کی روایت سے ثابت ہے۔

پھر اس روایت سے تحیۃ المسجد پر استدلال بھی مشکل ہے اول تو اس لئے کہ ''قم فارکع'' کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیک ﷛ ایک مرتبہ بیٹھ چکے تھے پھر آپ نے ان کو کھڑا کیا، اور ظاہر ہے کہ بیٹھنے کے بعد تحیۃ المسجد فوت ہو جاتی ہے۔ دوسرے ابن ماجہ کی روایت میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا:

اصلّیت رکعتین قبل ان تجیٔ؟

انہوں نے فرمایا: ''لا''

اس پر آپ نے فرمایا

فصلّ رکعتین.

اس سے صاف واضح ہے کہ آپ نے ان کو تحیۃ المسجد کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ سنن قبلیہ کا حکم دیا تھا، بہر حال یہ ایک مخصوص واقعہ تھا جس سے یہ عمومی حکم مستنبط کرنا غلط ہے کہ خطبہ کے دوران ہمیشہ تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب ہے۔ ہماری مذکورہ بالا تشریح سے حضرت سلیکؓ کے واقعہ کا تو جواب ہو جاتا ہے۔

البتہ اس مسئلہ میں شافعیہ اور حنابلہ کی ایک قوی دلیل صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ کی ایک قولی روایت ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یخطب اذا جاء احدکم والامام یخطب او قد خرج فلیصل رکعتین. (اللفظ للبخاری)

یہ حدیث قولی ہے اور اس میں حضرت سلیک ﷺ کے واقعہ کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ اس میں عمومی حکم دیا گیا ہے۔

اس کے جواب میں بعض حضرات نے تو یہ کہا ہے کہ یہ روایت شعبہ کا تفرد ہے اور عمرو بن دینار سے مذکورہ الفاظ کے ساتھ اس روایت کو نقل کرنے میں انہیں وہم ہوگیا ہے، اصل میں یہ حضرت سلیک ہی کا واقعہ ہے جسے انہوں نے غلطی سے قولی حدیث بنا دیا، امام دارقطنی نے ''کتاب التتبع علی الصحیحین'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں صحیحین کی متکلم فیہ روایات کو جمع کیا ہے اور یہ روایت بھی اسی میں شامل ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ نے ہدی الساری مقدمہ فتح الباری میں امام دارقطنی پر مدلل رد کیا ہے اور ان کے ایک ایک اعتراض کا مفصل جواب دیا ہے اور اس ضمن میں اس حدیث پر بھی امام دارقطنی کے اعتراض کا شافی جواب دیا ہے چنانچہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیحین میں کوئی روایت ضعیف نہیں اور ان کی تمام احادیث صحیح ہیں، لہذا حضرت جابر ﷺ کی حدیث قولی کے بارے میں حنفیہ کا مذکورہ بالا جواب کسی طرح درست نہیں اور ہو بھی کس طرح سکتا ہے جبکہ شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں اور ان کی طرف بلا دلیل وہم کو منسوب نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لہذا اس حدیث کی صحت پر

شک درست نہیں، بطور خاص طور سے جبکہ حافظ ابن حجرؒ نے شعبہ کا ایک متابع بھی ذکر کیا ہے۔

لہٰذا اس حدیث کا صحیح جواب یہ ہے کہ یہ آیتِ قرآنی:

وَ اذا قُرِیَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا.

اور ان احادیث کے معارض ہے جو حنفیہ نے اپنے استدلال میں ذکر کی ہیں، (اور جن کو ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں) اب اگر تطبیق کا طریق اختیار کیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ **والامام یخطب** سے مراد **یرید الامام ان یخطب** یا **کاد الامام ان یخطب** ہے اور اگر ترجیح کا طریقہ اختیار کیا جائے تو روایات نہی کئی وجوہ سے راجح ہیں۔

روایات نہی کی وجوہ ترجیح

ایک، اس بناء پر کہ محرِّم اور مبیح میں تعارض کے وقت محرِّم کو ترجیح ہوتی ہے۔ دوسرے اس لئے کہ روایاتِ نہی مؤید بالقرآن ہیں۔ تیسرے اس لئے کہ روایات نہی مؤید بالاصول الکلیہ ہیں۔ چوتھے اس لئے کہ وہ مؤید بتعامل الصحابۃ والتابعین ہیں۔ پانچویں یہ کہ ان پر عمل کرنے میں احتیاط زیادہ ہے کیونکہ تحیۃ المسجد کسی کے نزدیک بھی واجب نہیں لہٰذا اس کے ترک سے کسی کے نزدیک بھی گناہ کا احتمال نہیں جبکہ نہی عن الصلوٰۃ والکلام کی احادیث کو ترک کرنے سے گناہ کا اندیشہ ہے اس بناء پر حنفیہ نے احتیاط اس میں سمجھی کہ نہی کے دلائل پر عمل کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خطبہ کے وقت ترک صلاۃ کو اختیار کیا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

دورانِ خطبہ بات چیت کرنا

ائمہ اربعہ کے نزدیک اثناء خطبہ میں کلام جائز نہیں، البتہ امام شافعیؒ کے قول جدید میں جواز ہے۔ اور جواز کے بارے میں ان کا استدلال ان روایات سے ہے جن میں آپ ﷺ سے کلام ثابت ہے۔

پھر حنفیہ کے نزدیک سامعین کو تو کلام کی اجازت نہیں البتہ امام کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دینی ضرورت کے تحت تکلم کر سکتا ہے۔

پھر خطبہ کے وقت سلام اور چھینک کا جواب دینے کی بھی اجازت نہیں چنانچہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ البتہ امام ابو یوسفؒ وغیرہ ردسلام اور **تشمیت عاطس** (سلام کا جواب دینا اور چھینکنے والے کو **یرحمک اللہ** کہنا) کے قائل ہیں۔ ان کا استدلال اس بات سے ہے کہ ردّ سلام واجب اور **تشمیت عاطس** کم از کم سنت مؤکدہ ہے لہٰذا ان کے ترک کی اجازت نہ ہوگی۔

جمہور کا استدلال روایتِ باب سے ہے۔

من قال يوم الجمعة والامام يخطب "أنصت" فقد لغا"

اس کے علاوہ امر بالانصات امر بالمعروف ہونے کی حیثیت سے واجب ہونا چاہئے تھا جب اُسے بھی لغو قرار دیا گیا ہے تو ردسلام اور تشمیت عاطس کا بھی یہی حکم ہوگا۔ واللہ اعلم

جمعہ کے روز گردنیں پھلانگ کر اگلی صفوں میں جانا

من تخطى رقاب الناس يوم الجمعة اتخذ جسرًا الى جهنم.

تخطی رقاب (یعنی گردنوں کو پھلانگ پھلانگ کر چلنا) کے مکروہ ہونے پر جمہور کا اتفاق ہے، پھر بعض نے اس کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے اور بعض نے تنزیہی، قول اول راجح ہے۔ البتہ امام کے لئے تخطی (لوگوں کے بیچ میں سے چل کر منبر تک جانے) کی گنجائش ہے۔ پھر تخطی رقاب سے متعلق مذکورہ حدیث اگر چہ ضعیف ہے لیکن چونکہ تخطی کی ترہیب میں اور اس سے احتراز کی ترغیب میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں اس لئے اس روایت کو بھی ایک درجہ میں قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم

خطبہ کے دوران مسواک کرنا

خطبہ کے حالت میں چپ چاپ خاموش رہنا اور خطبہ سننا ضروری ہے، حدیث شریف میں ہے، جس نے کنکریوں کو ہاتھ لگایا اس نے لغو کیا اور ثواب سے محروم رہا'' پس خطبہ کی حالت میں مسواک کرنا درست نہیں، اور درمختار میں ہے:

وکل ماحرم فی الصلوۃ حرم فیھا.

''جو چیز نماز میں حرام ہے وہ خطبہ میں بھی حرام ہے۔''

خطبہ دینے کے آداب

عن جابر قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا خطب احمرت عیناہ وعلا صوتہ واشتد غضبہ حتی کأنہ منذر جیش یقول صبحکم ومساکم ویقول بعثت أنا والساعۃ کھاتین ویقرن بین إصبعیہ السبابۃ والوسطی. (رواہ مسلم)

''اور حضرت جابر ﷺ فرماتے ہیں کہ سرتاج دو عالم ﷺ جب (جمعہ کا یا کوئی اور) خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی اور غصہ تیز ہو جاتا یہاں تک کہ (یہ محسوس ہوتا) گویا آپ لوگوں کو (دشمن کے لشکر سے) ڈرا رہے ہوں اور فرما رہے ہو کہ صبح و شام میں تم پر دشمن کا لشکر آ کر ٹوٹنے والا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اور قیامت کو اس طرح ساتھ ساتھ بھیجا گیا ہے'' یہ کہہ کر آپ اپنی دو انگلیوں یعنی شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو ملاتے۔''

توضیح

انوار جلال کبریائی کی تجلی اور امت مرحومہ کی تقصیرات کے مشاہدہ کی وجہ سے خطبہ کے وقت آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں اسی طرح اپنی امت کے غم و فکر کی وجہ سے یا یہ کہ سامعین کے کانوں تک اپنے الفاظ پہنچانے کے لئے آپ کی آواز بلند ہوتی تھیں تاکہ لوگوں کے قلوب متاثر ہوں، نیز اس وقت آپ کا غصہ امت کی اعتقادی و عملی بے راہ روی کے پیش نظر تیز ہو جاتا تھا۔

بہرحال حاصل یہ ہے کہ جس طرح اپنی قوم اور اپنے لشکر کی غفلت شعاریوں اور کوتاہیوں کو دیکھ کر ان کو دشمن کے خطرناک ارادوں اور منصوبوں سے ڈرانے والا اپنی آواز کو بلند کرتا ہے۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور غصہ تیز ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اپنی اُمت کی غفلت شعاریوں کے پیش نظر خطبہ کے وقت آنحضرت ﷺ کی یہ کیفیت و حالت ہوتی تھی۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ''جس طرح بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے تھوڑی سی بڑھی ہوتی ہے اسی طرح میں بھی قیامت سے بس تھوڑے ہی پہلے دنیا میں آیا ہوں۔ قیامت کے آنے کا وقت میری بعثت کے وقت سے متصل ہی ہے میرے بعد جلد ہی قیامت آنے والی ہے۔

دوران خطبہ گفتگو کرنے پر سنگین وعید

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تكلم يوم الجمعة والإمام يخطب فهو كمثل الحمار يحمل أسفارا والذي يقول له أنصت ليس له جمعة.

رواه احمد. (مشكوة المصابيح)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن اس حالت میں جبکہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو، بات چیت میں مشغول ہو تو وہ گدھے کی مانند ہے کہ جس پر کتابیں لادی گئی ہوں۔ اور جو شخص اس (بات چیت میں مشغول رہنے والے) سے کہے کہ چپ رہو تو اس کے لئے جمعہ کا ثواب نہیں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے دوران ہر قسم کی گفتگو منع ہے۔ باقی خطبہ کے دوران آپ ﷺ سے اگر کہیں کچھ گفتگو ثابت ہے تو وہ آپ کی خصوصیت تھی یا آپ نے خطبہ سے پہلے کلام کیا بعد میں خطبہ شروع کیا یا خطبہ کے اختتام پر وہ کلام ہوا ہوگا لہٰذا خطبہ کے دوران گفتگو مطلقاً ممنوع ہے۔

آئینہ تالیفات

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب کی تالیفات ایک نظر میں

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب دامت برکاتہم کو اللہ پاک نے ذوقِ مطالعہ، شوق تصنیف وتالیف عطا فرمایا ہے، بہت کم عرصے میں انہوں نے میدانِ قلم میں وہ مقام حاصل کیا کہ ان کا شمار ملک کے با اعتماد مصنفین میں ہونے لگا ہے، اور ان کی کتابیں معتبر و مستند کتب سمجھ کر دیکھی اور پڑھی جانے لگی ہیں، طبقۂ اہل علم ودانش انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اس وقت ان کی دو درجن کے قریب ''تالیفات'' میرے سامنے رکھی ہیں، ان کی تصنیف کردہ کتابوں کی ورق گردانی کرنے، کچھ بغور اور کچھ سرسری طور پر پڑھنے سے حیرت بھی ہوئی اور مفتی صاحب موصوف کی علمی قابلیت ولیاقت کا اندازہ بھی، مولانا کے قریب رہنے کی وجہ سے بندہ کو کسی قدر حضرت مفتی صاحب کی تدریس وافتاء کی ذمہ داریوں اور دیگر تصنیفی علمی وعملی مشاغل ومصروفیات کا علم ہے، نیز جامعہ کے انتظامی امور کا کس قدر بوجھ حضرت مفتی صاحب کے کندھوں پر ہے؟ یہ ان کی قریبی احباب بخوبی جانتے ہیں، ان سب باتوں کو دیکھ کر واقعۃً حیرت ہوتی ہے کہ مفتی صاحب آخر کس وقت یہ تصنیفی امور سرانجام دیتے ہیں؟ میں اپنے طور پر ان کے تصنیفی اوقات طے کرنے میں قیاس آرائیاں کرتا رہا لیکن حتمی طور پر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا، بالآخر ایک دن میں نے پوچھ ہی لیا کہ ''حضرت! یہ کتابیں آپ کب اور کس وقت تحریر فرماتے ہیں؟''

اپنی گذشتہ تصنیف ''سنہرے اوراق'' میں نے بیماری کے دنوں میں رات ۱۲ ربجے کے بعد سے فجر کے درمیانی اوقات میں ترتیب دی ہے'' مفتی صاحب نے نہایت سادگی سے جواب دیا۔

''اور اس سے پہلے کی تصنیفات؟'' میں نے مکرر پوچھا۔

''وہ بھی تقریباً یہی رات گئے وقت میں'' اُسی سادگی، متانت سے جواب دیا۔ یہ سن کر مجھے انتہائی حیرت ہوئی، مجھے مشہور مصرع یاد آ گیا۔

مَن طَلَبَ الْعُلٰی سَهِرَ اللَّیَالِیْ

ترجمہ: ''بلندیوں کا طالب راتیں جاگ کر گذارتا ہے''

حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے علمی واصلاحی موضوعات پر قلم اٹھایا ہے، درجنوں کتابیں تحریر فرمادیں، اللہ پاک نے ان کے وقت میں برکت عطا فرمائی ہے، ماشاءاللہ ہر سال کم از کم دو تین نئی تصانیف منصہ شہود پر رونما ہوتی ہیں۔ ان کی تصنیف کردہ کتب مختصر تعارف کے ساتھ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ''نماز دین کا ستون'' نماز جیسے اہم بالشان عبادت کے مسائل واحکام و فضائل تفصیل کے ساتھ۔ (صفحات ۶۴)

(۲) ''نفل نمازیں'' جس میں مختلف اوقات کی نفل نمازوں کے فضائل، ادائیگی کا طریقہ، رکعات کی تعداد کو کتب حدیث وفقہ سے منتخب کر کے جمع کیا گیا ہے۔ (صفحات ۶۴)

(۳) ''صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت واہمیت'' اس میں صلوۃ التسبیح کی فضیلت واہمیت، اس کے پڑھنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے، نیز اس کی جماعت کا حکم، تسبیحات بھول جانے یا زیادہ پڑھنے کی صورت میں کیا حکم ہے، ایسے ہی تسبیحات کیسے شمار کی جائیں، اس کے علاوہ اس نماز کے تمام احکامات نہایت واضح اور سہل انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ (کل صفحات: ۳۱)

۴ ”مساجد، طہارت اور نماز میں عام طور پر پائی جانے والی غلطیاں“
غفلت اور لاعلمی کی وجہ سے مساجد، طہارت اور نماز کے متعلق بیشمار غلطیاں ایسی ہیں جو عوام میں بالعموم اور خواص میں کسی قدر رواج پا گئی ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عبادات کی انجام دہی کے لئے مشقت اٹھانے کے باوجود نہ نیکی کا شوق بڑھتا ہے، نہ عبادت کی نورانیت نصیب ہوتی ہے، عبادات میں شوق وذوق پیدا کرنے کے لئے عبادات کو عبادات کے طور پر سنن وآداب کی رعایت کے ساتھ سرانجام دینا ضروری ہے نیز عبادات کے حقیقی ثمرات وبرکات کے حصول کے لئے مروجہ غیر شرعی غلطیوں سے بچنا بھی شرطِ لازم ہے، اس کتاب میں عام طور پر پائی جانے والی غلطیوں کی نشاندہی کر کے قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں اس کا شرعی حل اور جواب ذکر کر دیا گیا، کتاب پڑھئے اور اپنی نمازوں کی اصلاح کر کے انہیں سنت کے مطابق بنائیے۔ (کل صفحات:۱۹۲)

۵ ”مختصر دستور العمل“ مختصر رسالہ ہے، جس میں اعتکاف کے فضائل اور عشرۂ اخیرہ میں اوقات ولمحات کو قیمتی بنانے کے لئے معتکفین کے لئے مختصر دستور العمل بیان کیا گیا ہے۔ (صفحات ۴۸)

۶ ”نیکیوں کے پہاڑ“ مختصر وقت یعنی منٹوں اور سیکنڈوں میں ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں نیکیاں حاصل کرنے کے لیے روایات سے ثابت شدہ آیات و اوراد کا مجموعہ۔ (صفحات ۷۶)

۷ ”گناہوں کے پہاڑ“ اس رسالہ میں بخاری شریف کی وہ حدیث جس میں آنحضرت ﷺ نے ”سات ہلاکت خیز گناہوں“ سے بچنے کا حکم فرمایا، کی نہایت عمدہ اور دلنشین انداز میں تشریح کی گئی ہے، ایسی جامع وعمدہ تشریح کے ساتھ پہلی بار یہ رسالہ زیرِ طبع سے آراستہ ہوا ہے، عوام وخواص کے لئے یکساں مفید۔ (صفحات ۹۸)

۸ ''صحابہ کرام معیارِ حق وایمان ہیں؟'' ایک اہم استفتاء اوراس کا تحقیقی جواب ہے جس میں صحابہ کرام کی مقدس جماعت پر جو بعض ناداں اہل قلم حرف گری کرتے ہیں ان کے دندان شکن جواب کے ساتھ صحابہ کرام کے فضائل کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ (صفحات ۶۴)

۹ ''مروّجہ صلوٰۃ وسلام کی شرعی حیثیت'' اس رسالہ میں اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنے کے متعلق ایک اہم استفتاء کا قرآنِ کریم، احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ صحابہ وتابعین کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب دیا گیا۔ (صفحات ۸۰)

۱۰ ''گلدستہ چہل حدیث'' چالیس مختصر احادیث نبویہ کا انتخاب جس میں منتخب احادیث کا مکمل مفہوم اور متعلقہ احکامات واضح کیے گئے ہیں۔ (صفحات ۲۱۶)

۱۱ ''گلدستۂ درود شریف'' اس رسالے میں قرآن وسنت کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کے فضائل وبرکات، مسائل اور فوائد تحریر کئے گئے ہیں، نیز احادیثِ مبارکہ، اقوالِ صحابہ وتابعین اور دیگر سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں ''کلماتِ درود'' ذکر کرنے کے بعد ان مواقع ومقامات کو بیان کیا گیا ہے جن میں درود وسلام پڑھنے کی ترغیب آئی ہے۔ (صفحات ۱۹۲)

۱۲ ''دس نصیحتیں'' جس میں حضور ﷺ نے جو حضرت معاذ ؓ کو ایک موقع پر نصیحت فرمائی تھی ان کو مکمل تشریح کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ (صفحات ۱۱۶)

۱۳ ''رسول اکرم ﷺ کے رات کے اعمال'' اس رسالہ میں رات کی وہ تمام سنتیں اختصار کے ساتھ درج ہیں جو سونے سے لے کر جاگنے تک وقتاً فوقتاً انسان کو لاحق ہوتی ہیں، جن پر عمل کرکے انسان اپنی رات کی نیند کو عبادت بنا سکتا ہے۔ (صفحات ۹۴)

۱۴ ''قرآنِ کریم کی پُرنور دعائیں'' اس رسالے میں قرآنِ کریم کی وہ دعائیں ذکر کی گئیں ہیں جو انبیاء علیہم السلام نے مانگی ہیں یا اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خود سکھلائی ہیں۔ (صفحات ٦٦)

۱۵ ''شاہراہ جنت'' جس میں چالیس وہ اعمال جن کے متعلق جناب نبی کریم ﷺ نے خوشخبری سنائی ہے کہ ان اعمال کو انجام دینا دخول جنت کے موجب ہیں' احادیث کے حوالہ کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ (صفحات ١٨٨)

۱۶ ''دنیا سے آخرت تک'' بیماری سے لے کر آخری رسومات' تدفین تک تمام احکام' جنازہ' غسل' کفن عیادت وغیرہ کے احکام ومسائل۔ (صفحات ۹۳)

۱۷ ''والدین کی شرعی ذمہ داریاں'' نومولود بچوں کے اسلامی نام' عقیقہ' سالگرہ' ابتدائی تربیت وغیرہ کے سلسلے میں شرعی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا گیا ہے اور مروجہ غیر شرعی رسومات کی قباحت واضح کی گئی ہے۔ (صفحات ۹۴)

۱۸ ''توشہ آخرت'' مختصر وقت میں ڈھیروں اجر وثواب ونیکیوں کے حصول کے لئے مستند روایات سے مأخوذ بابرکت کلمات کا ذخیرہ جس کی بدولت آخرت کے لئے عظیم توشہ نہایت آسان معمولات کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (صفحات ۸۰)

۱۹ ''موت کے بعد زندگی کا انجام'' اس کتاب میں موت کے بعد مؤمن وکافر نیک وبد لوگوں کے احوال اور جنت وجہنم کا تذکرہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ (صفحات ۱۷٦)

۲۰ ''ڈاڑھی قرآن وحدیث کی روشنی میں'' (اضافہ شدہ ایڈیشن) جس میں ڈاڑھی کے وجوب کو قرآن وحدیث اور ائمہ اربعہ کے مذاہب سے ثابت کیا گیا اور اس کے طبی نقصانات وفوائد کو بھی واضح کیا گیا۔ (صفحات ۴۸)

۲۱ ''احسن الحکایات'' جس میں انبیاء علیہ السلام اور اولیاء اللہ کے حکایات کو

بہت دلنشیں انداز میں نزہۃ المجالس سے منتخب کر کے پیش کیا ہے۔ (صفحات ۲۸۸)

۲۲ ''سنہرے موتی'' عربی اردو فارسی کی معتبر و مستند کتابوں سے منتخب کیے گئے گئے عبرت انگیز واقعات و حکایات اور ملفوظات وغیرہ پر مشتمل ایک بہترین مجموعہ۔ (صفحات ۱۷۶)

۲۳ ''سنہرے اوراق'' اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام و تابعین اور دیگر سلف صالحین اور مصلحین امت کے حیر انگیز، سبق آموز، روح پرور، زندگی کی کایا پلٹنے والے حالات واقعات درج ہیں، جنہیں پڑھنے سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے، دل میں نورانیت دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ (کل صفحات ۳۱۶)

۲۴ ''سنہری کرنیں'' اس کتاب میں مختلف ومتنوع وموضوعات پر مشتمل دلچسپ وپسندیدہ حکایات وواقعات جمع ہیں۔ (صفحات ۲۵۶)

۲۵ ''سنہری شعاعیں'' اس کتاب میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اولیاء کرام اور سلف صالحین کے عبرت انگیز، نصیحت آموز حالات، زندگی اور واقعات وحکایات جمع کیے گئے ہیں۔ جنہیں پڑھنے سے اصلاح نفس ہوتی ہے، دل میں نورانیت، دنیا سے بے رغبتی، اور آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ (صفحات ۲۴۰)

۲۶ ''سنہرے نقوش'' اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اور سلف صالحین کے ایمان افروز واقعات وحکایات ذکر کیے ہیں، جنہیں پڑھ کر ایمان کو تقویت اور قلب کو نورانیت ملتی ہے، اور زندگی میں روحانی انقلاب آتا ہے۔ (صفحات ۲۵۰)

محمد قاسم امیر
رفیق
دار الافتاء جامعہ حمادیہ
۲۸؍ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ